تحقیق مسائل تقلید

فتاویٰ: آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ

تحقیق
آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

کتاب:	تحقیق مسائل تقلید
مؤلف:	ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی
مطبع:	معراج دین پرنٹنگ پریس، لاہور
اشاعت:	اول: مارچ 2014
تعداد:	گیارہ سو
ناشر:	مجلس تعلیم القرآن۔ لاہور
ہدیہ:	

ضروری گزارش

اس کتاب میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے تاکہ کسی قسم کی غلطی نہ رہ جائے۔ لیکن انسان کی بھرپور کوشش کے باوجود غلطی کا امکان موجود رہتا ہے۔ اگر قارئین محترم کو کسی مقام پر کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔ اجرکم علی اللہ۔

E-mail: syedniazm@yahoo.com

URL : www.drhamadani.com

www.drniazhamadani.blogspot.com

www.facebook.com/DrNiazMuhammadHamadani

Youtube: Ehsaantv

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انتساب:

مروج مکتب رسالت
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام
جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا:
تَفَقَّهُوْا فِيْ الدِّيْنِ، فَاِنَّهُ مَنْ لَّمْ يَتَفَقَّهُ فِيْ الدِّيْنِ فَاِنَّهُ اِعْرَابِيٌّ
"دین میں تَفَقُّہ کرو، بلاشبہ جو دین میں تَفَقُّہ نہیں کرتا وہ اعرابی ہے"۔
(اصول کافی، جلد 1، کتاب فضل العلم، باب 1، حدیث 6)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ
1۔ضروری تمہید	
2۔غیر منطقی رویہ	
3۔جھوٹا پروپیگنڈہ اور دوٹوک اعلان	
4۔اندھی تقلید اور منافقت	
5۔ایک اور ضروری تمہید	
6۔حدیث ثقلین	
7۔اتباع قرآن	
8۔دینی مدارس کا بنیادی فریضہ	
9۔اجتہاد، احتیاط اور تقلید	
10۔طلب علم بنیادی فریضہ	
11۔تفقہ کی اہمیت	
12۔اعرابی کون؟	
13۔انسانوں کی تین اقسام	
14۔آیات واحادیث تقلید	
15۔دوسری آیت	
16۔پہلی حدیث: اما من کان	
17۔صاحب وسائل الشیعہ کا تبصرہ	
18۔دوسری حدیث: اما الحوادث	
18۔واما الخمس	
19۔فتویٰ کی گنجائش	
20۔احتیاط جائز ہے	
22۔تقلید	
23۔قول احسن کی اتباع	
24۔بنائے عقلاء	
25۔خواتین کی تقلید	
26۔امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد	
27۔ایک مغالطہ اور اس کا جواب	
28۔اللہ کا عدل اور تقلید	
29۔قول احسن کی تلاش کے دوراستے	
30۔اجمالی طریقہ کی ایک اور صورت	
31۔حب دنیا	
32۔مسئلہ عدول	
33۔احتیاط واجب ہے!	
34۔مرحوم مجتہد کی تقلید	
35۔ایک مغالطہ اور اس کا جواب	
36۔اجتہاد اور اعلمیت کی شناخت	
37۔مکلّف خود ذمہ دار ہے	
38 تقلید کے بغیر عمل	
39۔خلاصہ مطالب	
40۔تقلید سے تحقیق: روڈ میپ	

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

21۔قول احسن کا پیمانہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری تمہید

قارئین محترم !السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

تحقیق مسائل تقلید کے نام سے مختصر رسالہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔اس رسالہ میں تقلید کے مسائل پر ایک نئے اور تحقیقی انداز سے گفتگو کی گئی ہے۔اس رسالہ میں تقلید سے متعلق مسائل کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔عام طور پر مسئلہ تقلید کے بارے میں دو انتہا پسندانہ رویے پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ سرے سے تقلید کی مخالفت کرتا ہے اور ایک گروہ عقل وفکر و شعور کو تالا لگا کر اندھی تقلید کو ہی عینِ دین سمجھتا ہے۔جبکہ حقیقت ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس رسالہ میں اسی بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔میرا ایمان مجھ سے تقاضا کرتا ہے کہ میں آپ کو باشعور،صاحب عقل اور انصاف پسند مومن سمجھوں اور آپ سے توقع رکھوں کہ آپ اس تحریر کا مطالعہ ایمانداری اور عدل وانصاف سے کریں گے۔

بعض اقوام کا یہ المیہ ہوتا ہے کہ وہ نئی بات اور نئے افکار ونظریات کو قبول کرنے میں بہت جھجک سے کام لیتی ہیں۔اس کی وجہ غالباً یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ان کے موجودہ افکار ہر لحاظ سے مکمل اور ہر دور کی ضرویات پوری کرنے کے قابل ہیں۔لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جو اقوام اپنے آراء وافکار میں جامد ہوتی ہیں وہ ترقی کے سفر سے محروم رہتی ہیں اور جو اقوام نئے افکار کے لئے قلب وذہن کو کھلا رکھتی ہیں وہ ترقی کے سفر پر رواں دواں رہتی ہیں۔علامہ اقبال نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

نیز یہ کہ

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

میرا آپ سے یہ مطالبہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ اس رسالہ کے مندرجات سے ضرور اتفاق کریں اور انہیں سو فیصد قبول کریں۔ آپ میرے موقف کو رد یا قبول کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ یہ آپ کا بنیادی انسانی حق ہے، اگر کوئی آپ کے اس حق پر پابندی لگاتا ہے تو وہ آپ پر ظلم کرتا ہے۔ لیکن یہ ردو قبول عدل و انصاف، حکمت و دانش اور دلیل و برہان کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ ہم اپنے ہر عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہیں۔ اس رسالہ کے مندرجات کو رد یا قبول کرنے پر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں گے۔ لہٰذا اسے قبول کرنا ہے تو بھی بہت سوچ سمجھ کر عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے قبول کریں اور رد کرنا ہے تو بھی بہت سوچ سمجھ کر اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر کے رد کریں۔

اس تحریر کا مطالعہ کرنے سے قبل چند نکات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ تک پہنچ سکیں:

1۔ مولا علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَااخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ اِلَّا کَانَتْ اِحْدَاهُمَا الضَّلا لَةُ

ترجمہ: جب بھی دو دعوتیں (دو باتیں، دو پیغام، دو نظریات) ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی ہوگی۔ (نہج البلاغہ حکمت:183)

دو متضاد اور مختلف باتیں دونوں بیک وقت غلط تو ہو سکتی ہیں لیکن دونوں ایک ساتھ صحیح نہیں ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر

(a) 2+2 =4 (b) 2+2 =5

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واضح سی بات ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے a صحیح ہے اور b غلط ہے۔

دوسری مثال:

(a) 5= 2+2 (b) 6= 2+2 (c) 7= 2+2 میں سے تینوں غلط ہیں۔

اب آتے ہیں اس بات پر:

(a) تقلید کی موجودہ صورت بالکل درست اور اسلام کے عین مطابق ہے۔

(b) تقلید کی موجودہ صورت درست نہیں ہے اور اسلام کے مزاج کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔

مولا علی علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق اور مندرجہ بالا مثال کی روشنی میں، تقلید کے بارے میں یہ دونوں باتیں غلط تو ہوسکتی ہیں لیکن دونوں صحیح نہیں ہوسکتی ہیں۔

2۔ صحیح بات ہمیشہ اپنی تائید میں دلیل رکھتی ہے۔ بنیادی طور پر کوئی بات صحیح ہوتی ہی اس لئے ہے کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل موجود ہوتی ہے۔ غلط بات وہ ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور وہ غلط بھی اسی لئے ہوتی ہے کہ اس کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اہل باطل سے کہا گیا ہے:

هَا تُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لے کر آؤ (سورۂ نمل:64)

اس کے بالکل کھلے اور واضح معنی یہ ہیں کہ جو سچا ہوتا ہے اس کے پاس دلیل و برہان ضرور ہوتی ہے۔ اس آیت کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی حق اور سچ پر ہو اور اس کے پاس دلیل و برہان نہ ہو۔

غیر منطقی رویہ:

مسلمانوں کے سب فرقوں کے دینی مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ میں منطق بطور لازمی مضمون پڑھائی جاتی ہے۔ منطق کا مقصد ہی یہ ہے کہ متضاد اور مختلف آراء و افکار میں سے غلط اور صحیح کو ایک دوسرے سے الگ کیا جائے۔ دینی مدارس کے بہت سے مولوی صاحبان اور مدرسین بطور مضمون، منطق کے بہت ماہر ہوتے ہیں، یعنی منطق کا مضمون بہت اچھی طرح پڑھا لیتے ہیں لیکن بدقسمتی سے اپنی علمی اور عملی زندگی میں ان کے رویئے انتہائی غیر منطقی ہوتے ہیں۔ منطق کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تقاضا یہ ہے کہ جب مختلف آراء ونظریات سامنے ہوں تو منطقی اصولوں کے مطابق صحیح کو غلط سے الگ کر کے صحیح کو اپنا لیا جائے اور غلط کو چھوڑ دیا جائے۔لیکن بدقسمتی سے منطق کا مضمون پڑھنے اور پڑھانے والے مولوی صاحبان، علمائے کرام، مفتیان عظام،خواہ ان کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو، جب اپنے روایتی یا فرقہ وارانہ عقائد ونظریات سے مختلف کوئی بات سنتے ہیں تو بجائے اس کے کہ منطقی دلیل و برہان کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر اس کو رد یا قبول کرنے کا فیصلہ کریں،اس کے خلاف محاذ بنا لیتے ہیں۔دلیل کا جواب دلیل سے اور منطق کا جواب منطق کے ساتھ دینے کی بجائے الزام تراشی اور تہمتیں لگانے پر اتر آتے ہیں اور بعض اوقات اس حد تک گر جاتے ہیں کہ ذاتیات میں کود پڑتے ہیں۔اگر ان کے ہاتھ میں طاقت اور اقتدار آجائے تو اسلام کے نام پر وہ ظلم وستم کیا جاتا ہے کہ ''چنگیزی'' بھی بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں ہونے والی فرقہ وارانہ دہشت گردی اور ایک دوسرے کو کافر کافر کہنے کا کھیل اسی غیر منطقی رویے کا نتیجہ ہے۔

جو وقت اور توانائی اس غیر منطقی رویئے پر ضائع کی جاتی ہے اور کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہوتا بلکہ مسائل پیچیدہ اور گھمبیر ہوتے چلے جاتے ہیں،اگر منطقی رویہ اپنا لیا جائے تو بہت کم وقت اور توانائی صرف کر کے مسائل کا خوبصورت حل نکالا جاسکتا ہے۔

یہاں یہ اہم سوال سامنے آتا ہے کہ منطق کے ماہر علما اس غیر منطقی رویے کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟اس سوال کا جواب قرآن مجید نے نہایت واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ ان لوگوں کے مفادات معاشرے میں رائج غلط باتوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔اگر یہ صحیح بات کو اپنا لیں تو اس صورت میں انہیں اپنے مفادات سے محروم ہونا پڑتا ہے جس کے لئے وہ تیار نہیں ہوتے۔قرآن مجید میں منکرین حق کی نفسیات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَ جَحَدُ وْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَ عُلُوًّا (نمل:14)

ترجمہ: اورانہوں نے ظلم اور برتری طلبی کی وجہ سے حق کو ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دلوں کو اس کا یقین حاصل ہو چکا تھا۔

اَفَكُلَّمَا جَائَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لا تَهْوَىٰ اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَفَرِيْقاً كَذَّ بْتُمْ وَ فَرِيْقاً تَقْتُلُوْنَ۔ (بقرہ:87)

ترجمہ: جب بھی کوئی رسول کوئی ایسی چیز لے کر تمہارے پاس آیا جسے تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر سے کام لیا، پھر بعض رسولوں کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا۔

ایسے لوگ اللہ کے رسولوں کو کبھی ساحر کہتے ،کبھی دیوانہ کہتے اور کبھی برتری طلب۔ آج بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایسے عناصر حق کے سامنے اپنے مفادات کو خطرے میں دیکھ کر اہل حق کے خلاف دشنام طرازی اور تہمت و الزام تراشی کے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر اتر آتے ہیں۔ جہاں ان چیزوں سے بات نہ بنے وہاں دہشت گردی کا ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ حوزۂ علمیہ قم میں مسجد امام رضا علیہ السلام میں آیت اللہ العظمٰی ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے درس قرآن پر دہشت گردی کا حملہ اس کی واضح دلیل ہے۔1

ظاہری بات ہے کہ میں یا آپ یا کوئی اور ان عناصر کا کچھ نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ ان کے حق میں یہ دعا کی جاسکتی کہ اللہ انہیں پست دنیاوی مفادات کی قید سے رہائی عطا فرما کر نور ہدایت سے منور فرمائے۔

☆☆☆

جھوٹا پروپیگنڈہ اور دو ٹوک اعلان :

بعض بے انصاف ناقدین میرے خلاف بہت سی بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں تقلید کے خلاف ہوں۔ میں یہاں یہ بات دوٹوک الفاظ میں واضح

---

1 فقیہ قرآنی آیت اللہ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ قم میں حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے تھوڑے ہی فاصلے پر واقع مسجد امام رضا علیہ السلام میں درس تفسیر قرآن دیا کرتے تھے۔ سوا دس سے گیارہ بجے تک فارسی میں اور سوا گیارہ سے بارہ بجے تک عربی میں درس ہوا کرتا تھا۔ 22 ستمبر 1987 کو تقریبا ساڑھے دس بجے، جب کہ فارسی میں درس شروع ہوئے بمشکل پندرہ منٹ گزرے ہوں گے، ستّر، اسّی کے لگ بھگ پاکستانی طالب علم نما غنڈوں نے درس پر حملہ کر دیا۔ اس دہشت گرد گروہ کا تعلق تحریک نفاذ فقہ جعفریہ (عارف حسینی گروپ) سے تھا اور اس حملے کی قیادت راجہ ناصر نامی ایک شخص کر رہا تھا جو آج کل پاکستان میں مجلس وحدت مسلمین کے نام سے فرقہ وارانہ ....

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دینا چاہتا ہوں کہ میں تقلید کے خلاف نہیں ہوں۔ ہاں، میں اندھی تقلید کے سخت خلاف ہوں اور تقلید پر جمود کی شدت سے مخالفت کرتا ہوں۔شاید ان عناصر کی نظر میں تقلید کا مطلب ہی اندھی تقلید اور تقلید پر جمود ہے۔میری نظر میں تقلید دین کی تعلیم کا ابتدائی درجہ ہے۔ ہر دیندار شخص، خواہ بڑے سے بڑا مجتہداور مرجع تقلید ہی کیوں نہ ہو، اپنی دینی زندگی کا آغاز تقلید سے ہی کرتا ہے۔بچپن میں جب والدین بچے کوکلمہ پڑھنا سکھاتے ہیں اور وہ توتلی زبان میں کلمہ پڑھتا ہے تو اس تقلید سے اس کی دینی تعلیم اور اس کی دینی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یہ دینی تعلیم کے ابتدائی (پرائمری) مرحلہ کا آغاز ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ دنیاوی تعلیم کے معاملے میں کوئی باشعور شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ پرائمری پاس کرنے کے بعد اپنے بچے کو سکول سے اٹھالے۔ ہر شخص اپنے وسائل میں رہتے ہوئے اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیم دلانے کی کوشش کرتا ہے۔پھر دینی تعلیم کے معاملے میں ہم اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو پرائمری کی سطح پر کیوں محدود رکھیں؟

اس بات کو ایک مثال سے اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ فرض کریں کسی گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے اور گاؤں کے زیادہ تر لوگ ناخواندہ ہیں۔ پرائمری سکول کا استاد گاؤں کا سب سے پڑھا لکھا اور عالم شخص مانا جاتا ہے۔پھر ایک شخص کو احساس ہوتا ہے کہ گاؤں میں اس

سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔اس حملے میں درس میں شریک طالب علموں کو زدوکوب کیا گیا، ان میں سے بعض کو زخمی اور مجروح کر دیا گیا جن میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ حملے کے دوران قرآن مجید کے نسخے حملہ آوروں کے پیروں تلے روندے گئے، طالب علموں کے خون سے مسجد کو آلودہ کیا گیا اور بے ہودہ نعرہ بازی اور دہشت گردی کی اس کاروائی سے مسجد کے تقدس کو بھی پامال کیا گیا۔ راقم اور کچھ ایرانی دوستوں نے جو اس درس میں شریک تھے اس واقعہ کی رپورٹ قم کے پولیس سٹیشن میں درج کروائی۔ بعداز آن پانچ ماہ تک علماء کی خصوصی عدالت (دادگاہ ویژہ روحانیت) میں مقدمہ کی کاروائی چلی۔ چونکہ مجرموں کو حوزہ علمیہ کی انتظامیہ کی سرپرستی اور حمایت حاصل تھی، فروری 1988 میں عدالت نے کوئی فیصلہ سنائے بغیر مقدمہ ختم کر دیا۔عدالت کے اس غیر منصفانہ رویے اطلاع راقم نے ایک خط کے ذریعے اس وقت کے ایران کے چیف جسٹس آیت اللہ سید عبد الکریم موسوی اردبیلی کو دی لیکن کوئی شنوائی نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئی.....

سے آگے بھی تعلیم ہونی چاہیے۔ وہ گاؤں میں ہائی سکول قائم کرنے کی بات کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ پرائمری پر اکتفا کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیا اس شخص کی بات غلط ہے؟ کیا یہ کہنا صحیح ہو گا کہ یہ شخص پرائمری تعلیم کے خلاف ہے اور پرائمری سکول کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

لیکن پرائمری سکول کا استاد محسوس کرتا ہے کہ اگر ہائی سکول بن گیا، تعلیم کا معیار بہتر ہو گیا، لوگوں کی ذہنی وفکری سطح بلند ہو گئی اور ہائی سکول میں اس سے زیادہ تعلیم یافتہ استاد آ گئے تو گاؤں میں اس کی موجودہ حیثیت ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ ہائی سکول قائم کرنے کی بات کرنے والے شخص اور اس کی تجویز کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

میرے بارے میں یہ کہنے والے کہ میں تقلید کے خلاف ہوں، اسی پرائمری سکول کے استاد کی مانند ہیں جنہیں یقین ہے کہ جب تک اندھی تقلید کا سلسلہ جاری ہے ان کی دکانداری اور شان وشوکت بھی قائم ہے۔ جس دن لوگوں نے اندھی تقلید کی سطح سے اوپر اٹھ کر سوچنا شروع کر دیا ان کی دکانداری بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور ان کی شان وشوکت بھی دھندلا جائے گی۔

میں ایک بار پھر دوٹوک الفاظ میں دہراتا ہوں کہ میں اندھی تقلید کے خلاف ہوں۔

استاد محترم آیت اللہ صادقی تہرانی اور ان کے شاگردوں نے اس حملے سے مرعوب ہوئے بغیر درس کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی دن سوا گیارہ سے بارہ بجے تک عربی زبان میں درس تفسیر قرآن اپنے معمول کے پروگرام کے مطابق ہوا اور درس کا سلسلہ جاری رہا۔ فرق پڑا تو اتنا کہ درس میں شرکت کرنے والے طالب علموں کی تعداد کچھ کم ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد 1991 میں، جب راقم پاکستان واپس آ چکا تھا، ایک بار پھر اسی مسجد میں درس پر حملہ ہوا۔ اس بار حملہ کرنے والے ایرانی تھے۔ پولیس نے رپورٹ بھی درج نہیں کی اور استاد محترم کو ٹیلیفون پر کہا گیا کہ پہلے بھی آپ کے درس پر حملے کے ذریعے آپ کو ایک پیغام دیا گیا تھا مگر آپ نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اب اس حملے کے ذریعے دوبارہ آپ کو پیغام دیا جا رہا ہے۔ اگر اب بھی آپ نے درس جاری رکھا تو نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ اس طرح ریاستی سرپرستی میں تشدد اور دہشت گردی کے ذریعے تفسیر قرآن کا یہ درس صرف اس لئے بند کر دیا گیا کہ اس درس میں قرآن کی روشنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں،اندھی تقلید پر مبنی روایتی سوچ کا محاکمہ کیا جاتا تھا جو اندھی تقلید کے تاجروں کے لئے قابل تحمل نہیں تھا۔ میں تقلید پر جمود کے خلاف ہوں اور میں اپنے اس موقف پر قرآن و احادیث معصومین علیہم السلام سے دلائل رکھتا ہوں۔ایک دلیل یہاں بیان کرتا ہوں باقی آئندہ صفحات میں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

ترجمہ: (اللہ) وہ ہے جس نے موت و حیات کو خلق کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ عمل کے لحاظ سے تم میں سے کون بہتر ہے۔ (سورۂ ملک:2)

اس آیت کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ انسان برے اور اچھے عمل میں سے برے عمل کو چھوڑ کر اچھے عمل کو انجام دے۔اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اگر ایک اچھا کام کرتے ہوئے انسان کے سامنے ایک سے زیادہ راستے (Options) موجود ہوں تو بہتر سے بہتر راستے (Option) کا انتخاب کیا جائے۔

قارئین محترم! سورۂ ملک کی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں ایمانداری سے سوچیں اور عدل کے ساتھ فیصلہ کریں کہ مندرجہ ذیل دو باتوں میں سے کونسی بہتر ہے اور ہمارے معاشرے کو ان میں سے کون سی بات پر عمل کرنا چاہیے:

☆ انسان اپنی دینی زندگی کا آغاز تقلید سے کرے،ساری زندگی تقلید پر رہے اور تقلید پر ہی مر جائے۔

☆ انسان اپنی دینی زندگی کا آغاز تقلید سے کرے۔پھر بتدریج اپنی علمی سطح میں اضافہ کرتے ہوئے تقلید سے تحقیق کی سطح پر آجائے۔

یہاں اندھی تقلید کے حامی یہ کہتے ہیں کہ عوام کے لئے دوسرے راستے کی طرف آنا بہت مشکل ہے اور بہت کم لوگ ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اولاً تو یہ راستہ اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل کر کے دکھایا جاتا ہے اور لوگوں کو اس پر چلنے سے ڈرایا جاتا ہے۔ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ ایک مشکل راستہ ہے اور فوری طور پر سب لوگوں کے لئے اس راستے کی پیروی کرنا بہت مشکل ہے تو بھی اس کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں ہے۔اگر سب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگ یہ راستہ اختیار نہیں کر سکتے تو جو ایسا کر سکتے ہوں انہیں تو ضرور کرنا چاہیے اور ان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی ہونی چاہیے۔ ان کی حوصلہ شکنی کرنا کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔

☆☆☆

اندھی تقلیداور منافقت

یہاں ایک اور بات کا ذکر بھی بہت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اندھی تقلید نہ صرف انسان کو حق سے دور رکھتی ہے بلکہ انسان کے اندر ایک بہت خطرناک قسم کی منافقت بھی پیدا کر دیتی ہے۔ ایک ہی بات جسے انسان دوسروں میں بہت بڑا نقص سمجھ رہا ہوتا ہے وہ خود اس کے اندر پائی جا رہی ہوتی ہے اور وہ نہ صرف اسے برا نہیں سمجھ رہا ہوتا بلکہ ایک خوبی سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

ایک بار راقم اپنے ایک عالم فاضل صاحب عبا و عمامہ دوست سے ملاقات کے لیئے گیا۔ ان کے پاس ان کے ایک اہلسنت دوست بیٹھے تھے اور وضو کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ ہمارے فاضل دوست اپنے اہلسنت دوست کو قرآنی آیت اور تفسیر درمنثور سے متعدد احادیث دکھا رہے تھے جن سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ وضو میں پاؤں کے دھونے کا نہیں بلکہ مسح کرنے کا حکم ہے۔ لیکن ان کے اہلسنت دوست اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ جناب یہ آیت اور یہ احادیث ہمارے علماء نے بھی تو پڑھی ہوں گی۔ ان کی عقل و دانش ہم سے بہتر ہے اس لئے جو فتویٰ انہوں نے دیا ہے ہم تو اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اس پر ہمارے عالم فاضل دوست نے کہا کہ: ''اتنی واضح آیت اور واضح احادیث کے باوجود تم اپنے علماء کی اندھی تقلید کرو گے؟ اصل بات یہ ہے کہ اندھی تقلید کی وجہ سے تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، تم سمجھنا ہی نہیں چاہتے، تم پر اللہ کی مار پڑ گئی ہے''۔ (چونکہ دونوں بہت بے تکلف دوست تھے اس لئے اس طرح کے ریمارکس بلا تکلف دیئے جا رہے تھے)

ان کا مکالمہ ختم ہوا تو میں نے اپنے فاضل دوست سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی ایک مسئلہ کے بارے میں بات کروں۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ میں نے قرآن مجید کی متعدد آیات اور آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم کی متعدد صحیح احادیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ زکات، نوٹوں سمیت تمام اموال پر واجب ہے اور ہمارے فقہاء کا یہ فتویٰ درست نہیں ہے کہ زکات صرف نو چیزوں پر واجب ہے۔ اب ہمارے فاضل دوست یہاں پر بالکل وہی کردار ادا کرنے لگے جو تھوڑی دیر پہلے ان کے اہلسنت دوست ادا کر رہے تھے۔ وہ بھی اسی بات پر جمے ہوئے تھے کہ ہمارے علماء اور مجتہدین نے بھی تو یہ آیات اور احادیث دیکھی ہوں گی، انہیں دیکھے بغیر تو فتویٰ نہیں دے دیا ہوگا اور چونکہ ان کی فہم و فراست ہم سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا ہم تو ان کے فتویٰ پر عمل کریں گے۔

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس بات پر ہمارے شیعہ عالم دوست اپنے بے تکلف اہلسنت دوست سے کہہ رہے تھے کہ ''اتنی واضح آیت اور واضح احادیث کے باوجود تم اپنے علماء کی اندھی تقلید کرو گے؟ اندھی تقلید کی وجہ سے تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، تم سمجھنا ہی نہیں چاہتے، تم پر اللہ کی مار پڑ گئی ہے''، اب وہ خود اسی کا عملی نمونہ بنے ہوئے تھے۔ جس بات پر اپنے دوست کی مذمت کر رہے تھے اپنے لئے اسی کو جائز اور برحق مان رہے تھے۔ یہ ہے وہ انتہائی خطرناک منافقت جو اندھی تقلید کی منحوس کوکھ سے جنم لیتی ہے۔

بہرحال مولا علی علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق کہ دو مختلف باتوں میں سے ایک ضرور غلط ہوتی ہے۔ تقلید کی موجودہ مروجہ شکل اور تقلید کے بارے میں جو موقف ہم نے پیش کیا ہے، ان میں سے ایک ضرور غلط ہے۔ نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صحیح اور غلط کا فیصلہ دلیل اور برہان کی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔ ہم نے اس رسالہ میں اپنی بات دلیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔ اب اپنے ایمان اور ضمیر کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا اور اس کے بارے میں منصفانہ رائے قائم کرنا آپ کی ذمہ داری ہے جس پر آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں گے۔

اس رسالہ میں ہم نے آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ خمینیؒ کی کتاب تحریر الوسیلہ کے باب اجتہاد و تقلید سے منتخب، دس مسائل پر گفتگو کی ہے۔ (آیت اللہ خمینیؒ کے فتاویٰ اور ان کا ترجمہ موسسہ نشر آثار امام خمینیؒ کے شائع شدہ ترجمہ سے نقل کیئے گئے ہیں۔)

ممکن ہے بعض لوگ اس بات کو یہ رنگ دینے کی کوشش کریں کہ میں آیت اللہ خمینیؒ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذات کو ہدف تنقید بنا رہا ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ آیت اللہ خمینیؒ کے فتاویٰ کو بنیاد بنانے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ روایتی فقہی تفکر میں ان کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور اس میں انہیں سند سمجھا جاتا ہے۔ فقہاء کے فتاویٰ کی بنیاد پر علمی بحث کرنا اور ان کا تنقیدی جائزہ لینا حوزہ ہائے علمیہ میں ایک عام بات ہے۔ فقہ کے درس خارج میں یہی ہوا کرتا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر قارئین محترم سے درخواست ہے کہ اس تحریر کا مطالعہ ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر عدل و انصاف کے ساتھ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کو سمجھنے اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک اور ضروری تمہید

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اس نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُ وْنِّ

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ (ذاریات:56)

عبادت ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔اپنی روزمرہ زندگی میں اگر آپ کسی کو گھریلو ملازم رکھتے ہیں، یا کسی کو کسی سرکاری ،نیم سرکاری یا نجی ادارے میں ملازمت دی جاتی ہے تو ڈیوٹی شروع کرنے سے پہلے اسے اس کے کام کے بارے میں ضروری ہدایات ضرور دی جاتی ہیں۔یہ ہدایات نہ دی جائیں تو کوئی ملازم یا نوکر اپنا کام انجام نہ دے سکے گا اور اسے نوکری یا ملازمت پر رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے۔بالکل اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کا انتظام نہ کرے تو ان کے لئے عبادت کرنا ممکن ہی نہیں ہوگا۔اسی لئے سورۂ فاتحہ میں بندگی کے عہد و اقرار کے فوراً بعد ہدایت کی دعا ہے:

اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّا کَ نَسْتَعِيْنُ. اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

ترجمہ: ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔
تو ہمیں اپنی بندگی کے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا رہ۔

ہدایت کا معاملہ اس قدر اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیجتے وقت کہہ دیا تھا:

فَاِمَّا يَاْ تِيَنَّكُمْ مِنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

ترجمہ: میری طرف سے ضرور تمہارے پاس ہدایت آئے گی، پھر جو میری ہدایت کی پیروی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں گے ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ (بقرہ:38)

سورہ طہٰ آیات 123 تا 126 میں اس بات کو اس انداز سے بیان فرمایا:

فَاِمَّا یَاْ تِیَنَّکُمْ مِنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلا یَضِلُّ وَلا یَشْقٰی.

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکاً وَنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰی.

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَ قَدْ کُنْتُ بَصِیْراً . قَالَ کَذٰالِکَ اَتَتْکَ

آیَاتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذَالِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی، پس جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا نہ بد بخت، اور جو میرے ذکر (میری بھیجی ہوئی ہدایت) سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا محشور کریں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا؟ میں تو دیکھنے والا تھا، اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں اور تم نے انہیں بھلا دیا، اسی طرح آج تم بھی بھلا دیئے جاؤ گے۔

یہ آیت کس قدر واضح الفاظ میں بتا رہی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت اور اس کی آیات کی روشنی میں گزارنی ہے۔ جو شخص صبح اٹھ کر نماز کے بعد باقاعدگی سے تلاوت کرتا ہو لیکن دن بھر کی سرگرمیوں اور کاموں میں اللہ کی آیات، ہدایات اور احکام کو بھلا دے اور ان کی بجائے اپنی خواہشات اور مفادات کی پیروی میں لگا رہے تو وہ قیامت کے دن اندھا محشور ہوگا۔

جس طرح عبادت بندوں پر فرض ہے اسی طرح ہدایت دینا اللہ پر فرض ہے:

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی

ترجمہ: یقیناً ہدایت دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ (لیل:12)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے زمین پر آنے کے ساتھ ہی سلسلہ ہدایت کا آغاز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے رسول اور نبی بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تشریف لے جانے لگے تو آپ نے فرمایا:

حدیث ثقلین:

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثِّقْلَیْنِ، کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا وَ اِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ .(بحارالانوار 184:35)

ترجمہ: میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اپنی اہل بیت، جب تک تم ان دونوں کے ساتھ تمسک رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آن پہنچیں گے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے دور میں ہدایت کا راستہ قرآن اور اہل بیت کے ساتھ تمسک کرنے میں ہے۔ جو قرآن اور اہل بیت کے ساتھ تمسک نہیں رکھے گا وہ ہدایت پر نہیں ہو گا۔ تمسک پختہ وابستگی کو کہتے ہیں۔ قرآن اور اہل بیت سے تمسک یہ ہے کہ قرآن اور اہل بیت کی تعلیمات کو سیکھا جائے اور زندگی میں ہر قدم پر ان کے مطابق عمل کیا جائے۔ اگر کسی نے قرآن اور اہل بیت کی تعلیمات کو حاصل ہی نہیں کیا ہے تو وہ قرآن اور اہل بیت کے ساتھ کسی صورت میں تمسک نہیں کر سکے گا۔

اتباع قرآن:

اگر ہم قرآن اور اہل بیت کی تعلیمات پر غور کریں تو ان میں سب سے زیادہ تاکید اس بات پر ملتی ہے کہ ہم قرآن کو پڑھیں، اس کو سمجھیں، اس کی پیروی کریں، ہر بات کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں اور جو بات بھی قرآن کے خلاف ہو اسے رد کر دیں:

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ

ترجمہ: جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو۔ (اعراف:2)

اولیاء ولی کی جمع ہے۔ ولی کے کئی معانی ہیں: حاکم، دوست، سرپرست، رہنما۔ ہر انسان کی زندگی میں بہت سے اولیاء ہوتے ہیں، والدین بچوں کے ولی ہوتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے ولی ہوتے ہیں، بڑے ہو جانے کے بعد جوان بچے بھی والدین کے ولی بن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتے ہیں، حکمران بھی ولی ہوتے ہیں، اساتذہ شاگردوں کے ولی ہوتے ہیں، افسران اپنے ماتحت افراد کے ولی ہوتے ہیں، دوست ایک دوسرے کے ولی ہوتے ہیں، علماء وفقہاء عام مومنین کے ولی ہوتے ہیں اور انہیں ان پر یہ ولایت حاصل ہے کہ انہیں تعلیم دے کر جہالت سے باہر نکالیں۔ انسان اپنی زندگی میں بہت سے دوستوں، رشتہ داروں اور بزرگوں کی بات مانتا ہے اور اپنی بات ان سے منواتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ ہم کسی بھی ولی کی بات ماننے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیں کہ اس کی بات قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی بات قرآن کے مطابق نہ ہو تو کسی صورت میں اس کی اتباع نہیں کی جاسکتی۔

اس آیت سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

(1) کسی حاکم، سرپرست، رہنما، افسر، استاد، رشتہ دار، عالم، مفتی، مجتہد، مرجع تقلید، ولی فقیہ وغیرہ کی بات، حکم، رہنمائی، فتویٰ وغیرہ کو صرف اسی صورت میں مانا جاسکتا ہے جب وہ قرآن کے مطابق ہو یا کم از کم قرآن کے خلاف نہ ہو۔

(2) مندرجہ بالا بات پر عمل کرنے کے لیئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسے قرآن مجید سے اتنی آگاہی ہو کہ وہ ہر کسی کی ہر بات کو قرآن کی روشنی میں پرکھ سکے کہ وہ قرآن کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس درجہ کی قرآن فہمی کے بغیر وہ اس آیت کے حکم پر عمل نہیں کر سکے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ عَلیٰ کُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَةً وَ عَلیٰ کُلِّ صَوَابٍ نُوْرفَمَا وَافَقَ
کِتَابَ اللّٰہِ فَخُذُ وْہُ وَ مَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ فَدَ عُوْہُ

ترجمہ: ہر حق بات کے اوپر ایک حقیقت یعنی دلیل ہوتی ہے اور ہر صحیح بات پر ایک نور ہوتا ہے۔ پس جو بات اللہ کی کتاب کے مطابق ہو اسے قبول کرلو اور جو بات اللہ کی کتاب کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ (کافی جلد 1، باب الاخذ بالسنہ وشواہد الکتاب، حدیث 1)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک اور ارشاد ہے:

مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْحَقَّ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ یَتنَکَّبِ الْفِتَنَ (بحارالانوار 2:242)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: جو شخص حق کو قرآن کی روشنی میں نہیں پہچانے گا وہ کبھی فتنوں سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

نیز آپ ہی سے مروی ہے کہ:

مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اَمْرَنَا مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ یَتَنَکَّبِ الْفِتَنَ

ترجمہ: جو شخص ہمارے امر کو قرآن کی روشنی میں نہیں پہچانے گا وہ کبھی فتنوں سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ (بحارالانوار 115:89)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ ذَکَرًا اَوْ اُنْثٰی، حُرًّا اَوْ مَمْلُوْکًا اِلَّا

وَلِلّٰہِ عَلَیْہِ حَقٌّ وَاجِبٌ اَنْ یَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ

ترجمہ: ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اس کے ذمہ اللہ کا واجب حق ہے کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرے۔ (مستدرک الوسائل 223:4)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

یَنْبَغِیْ لِلْمُؤمِنِ اَنْ لَّا یَمُوْتَ حَتّٰی یَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ اَوْ یَکُوْنَ فِیْ تَعْلِیْمِہٖ

ترجمہ: مومن کو چاہیے کہ اسے موت نہ آئے یہاں تک کہ اس نے قرآن کی تعلیم حاصل کر لی ہو یا قرآن کی تعلیم دے رہا ہو۔ (کافی 607:2)

امیر المومنین علیہ السلام نے شہادت سے قبل اپنی وصیت میں فرمایا:

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ الْقُرْآنِ ،لَایَسْبَقُکُمْ بِالْعَمَلِ بِہٖ غَیْرُکُمْ

ترجمہ: قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، ایسا نہ ہو دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم سے آگے نکل جائیں۔ (نہج البلاغہ مکتوب 47)

سوچنے کی بات ہے کہ کیا قرآن کو پڑھے اور سمجھے بغیر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے؟

اس موضوع پر احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن چونکہ اس رسالہ میں اختصاراً پیش نظر ہے لہٰذا ان احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ:

1۔ حق کو قرآن کی روشنی میں پہچاننا ہوگا ورنہ فتنوں میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔آل محمد علیہم السلام کے امر کو قرآن کی روشنی میں پہچاننا ہوگا ورنہ فتنوں میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔
3۔قرآن کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔
4۔قرآن کا علم حاصل کرنا، قرآن کا علم دوسروں کو سکھانا اور اس پر عمل کرنا مسلمان کی زندگی کا مرکز اور محور ہونا چاہیے۔
5۔قرآن کا علم حاصل کرنا اہل ایمان پر فرض ہے اور ان کی قرآن فہمی اس حد تک ہونی چاہیے کہ وہ کسی کی ہر بات کے بارے میں قرآن کی روشنی میں یہ فیصلہ کر سکیں کہ وہ قرآن کے مطابق ہے یا قرآن کے خلاف۔نتیجہ یہ کہ قرآن کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب عینی ہے۔

دینی مدارس کا بنیادی فریضہ:

علماء اور دینی تعلیمی مراکز کا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور اہل بیت سے تمسک کی تربیت دیں، انہیں اس انداز میں قرآن کی تعلیم دیں کہ ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ قرآن کی روشنی میں حق و باطل اور اچھے برے کو پہچان سکیں۔مگر افسوس، صد افسوس، کہ ایک قلیل تعداد کے سوا، انہوں نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جس کا ذکر امام جعفر صادق علیہ السلام نے مندرجہ بالا ارشادات میں فرما دیا۔قرآن سے دوری کی وجہ سے مسلمان اتنے فتنوں میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ان فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اسلام اور مسلمان کی ایسی تعریف تک موجود نہیں ہے جس پر سب مسلمان متفق ہوں۔اس سے بھی دردناک بات یہ ہے کہ اس درد کا ادراک بھی بہت کم لوگوں کو ہے۔

جس طرح قرآن کا علم حاصل کرنے کے بارے میں قرآن اور معصومین علیہم السلام کے ارشادات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے، جس کی ایک جھلک آپ نے دیکھی، اسی طرح عقائد، اخلاقیات، فقہ اور دیگر موضوعات پر بھی قرآن اور اہل بیت کی تعلیمات میں گہری ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔حدیث ثقلین کی روشنی میں ہر مسلمان کا بنیادی فرض ہے کہ وہ قرآن و اہل بیت سے تمسک رکھے تا کہ وہ گمراہی سے محفوظ رہے۔اسی حدیث کی رو سے علمائے اسلام کا بھی اولین فریضہ یہ تھا اور ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن اور اہل بیت سے تمسک کی تربیت دیں لیکن انہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے ایسا نہیں کیا۔

ممکن ہے کوئی یہ کہہ دے کہ اگر عوام قرآن اور اہل بیت کی تعلیمات سے آشنا نہیں ہیں تو کیا ہوا، علماء ومجتہدین کا تو یقیناً قرآن واہل بیت سے تمسک ہے، جو کچھ وہ ہمیں بتاتے ہیں سو فیصد قرآن واہل بیت کی تعلیمات کے عین مطابق بتاتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حدیث ثقلین کی رو سے ہر شخص کو خود قرآن واہل بیت سے تمسک کرنا ہے، اس لئے کہ جو تمسک رکھے گا وہی ہدایت پر ہوگا اور جو نہیں رکھے گا وہ ہدایت پر نہیں ہوگا۔ حدیث ثقلین، نیز مندرجہ بالا دیگر احادیث کی رو سے قرآن کا علم حاصل کرنا ہر مومن پر فرض ہے جو کسی دوسرے کے علم حاصل کر لینے سے ساقط نہیں ہوجاتا۔ ان احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کا علم حاصل کرنا واجب عینی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر فرقے کے عوام یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے علماء کا قرآن وسنت سے گہرا تعلق ہے اور وہ قرآن وسنت سے ہٹ کر ایک لفظ بھی نہیں کہتے۔ ایک شیعہ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مجتہدین سب کچھ سو فیصد قرآن واہل بیت کی تعلیمات کے مطابق کہتے ہیں، اگر وہ سنی، وہابی یا کچھ اور ہوتا تو بھی اپنے علماء کے بارے میں اس کا یہی مفروضہ ہوتا۔

بہرحال قرآن اور اہل بیت دونوں کا تاکیدی حکم ہے کہ ہم قرآن کا علم حاصل کریں، قرآن واہل بیت کی تعلیمات سے تمسک رکھیں اور ہر غیر معصوم کی بات کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں، قرآن کے مطابق ہو تو قبول کریں ورنہ چھوڑ دیں۔ دلیل کے بغیر، سنی سنائی پر کسی غیر معصوم کو سو فیصد صحیح سمجھ لینا اور پھر آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے چلتے رہنے کو اندھی تقلید کہتے ہیں جس کی قرآن واہل بیت کی تعلیمات اور عقل کی نظر میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

والحمد لله رب العالمين

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ نَا وَمَوْلانَا اَبِیْ الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ

اجتہاد، احتیاط اور تقلید:

اِعْلَمْ اَنَّہُ یَجِبُ عَلیٰ کُلِّ مُکَلَّفٍ غَیْرِ بَالِغٍ مَرْتَبَۃَ الْاِجْتِھَادِ فِیْ غَیْرِ الضَّرُوْرِیَّاتِ مِنْ عِبَادَاتِہٖ وَ مُعَامَلاتِہٖ وَلَوْ فِیْ الْمُسْتَحَبَّاتِ وَ الْمُبَاحَاتِ اَنْ یَکُوْنَ اِمَّا مُقَلِّداً اَوْ مُحْتَاطاً بِشَرْطِ اَنْ یَعْرِفَ مَوَارِدَ الْاِحْتِیَاطِ، وَلا یَعْرِفُ ذَالِکَ اِلاَّ الْقَلِیْلُ، فَعَمَلُ الْعَامِّیِّ غَیْرِ الْعَارِفِ بِمَوَاضِعِ الْاِحْتِیَاطِ مِنْ غَیْرِ تَقْلِیْدٍ بَاطِلٌ بِتَفْصِیْلٍ یَأْتِیْ.

ترجمہ: ہر وہ مکلّف جو درجہ اجتہاد تک نہیں پہنچا اس پر واجب ہے کہ وہ ان عبادات اور معاملات میں کہ جو ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہیں، اگر چہ وہ مستحبات اور مباح ہی کیوں نہ ہوں، یا تو تقلید کرے یا پھر احتیاط پر عمل کرے بشرطیکہ وہ احتیاط کے موارد (مقامات) کو جانتا ہو اگر چہ بہت کم لوگ ان موارد سے آگاہ ہیں۔ پس عام شخص جو احتیاط کے موارد سے آگاہ نہیں ہے اس کا عمل بغیر تقلید کے باطل ہے، اس تفصیل کے مطابق جو آگے آئے گی۔

تحقیق:

مکلّف سے مراد وہ عاقل و بالغ مسلمان ہے جس پر شریعت کے احکام کی اطاعت واجب ہے۔ اس تعریف کی روشنی میں دیوانہ اور نابالغ مکلّف کے زمرے میں نہیں آئیں گے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس فتویٰ کے مطابق مکلّف پر واجب ہے کہ وہ مجتہد، محتاط یا مقلد ہو۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجیداوراحادیثِ معصومین علیہم السلام میں مکلفین کی اس تقسیم کا کوئی نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔

طلب علم ۔ بنیادی فریضہ:

قرآن مجیداوراحادیث معصومین کی رو سے بنیادی طور پر ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس کا اولین فریضہ ہے کہ وہ عقائد،اخلاق اوراحکام دین کا علم حاصل کرے۔ یہ حقیقت مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہے:

وَلا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ

ترجمہ: اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہواس کی پیروی نہ کرو۔ (بنی اسرائیل:36)

1۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضَۃٌ عَلَیٰ کُلِّ مُسۡلِمٍ، اَ لا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ بُغَاۃَ الۡعِلۡمِ

ترجمہ:علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، بے شک اللہ علم حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (اصول کافی،جلد1،کتاب فضل العلم،باب1،حدیث1)

اس حدیث کی رو سے یہ تو ظاہر ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن اس میں ایک نکتہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ یہاں مسلمان سے مراد ہر مسلمان ہے خواہ وہ جاہل ہو یا عالم۔پس جس طرح جاہل پر فرض ہے کہ وہ علم حاصل کر کے جہالت کی تاریکی سے باہر نکلے اسی طرح عالم پر بھی فرض ہے کہ وہ مزید علم حاصل کرتا جائے اور علم حاصل کرنے کے عمل کو کہیں پر رکنے نہ دے بلکہ علم کے درجات میں بلند سے بلندتر ہوتا چلا جائے۔اگر عالم پر علم حاصل کرنا فرض نہ ہوتا تو حدیث میں یہ کہا جاتا کہ علم حاصل کرنا ہر جاہل مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث کی رو سے ایک جاہل مسلمان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ تقلید کر کے تقلیدی سطح کے علم پر رک جائے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس سے آگے بڑھ کر علم کے مزید درجات بھی طے کرتا جائے۔یہ وہی بات ہے جسے اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے:

اُطۡلُبُوۡا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَھۡدِ اِلَی اللَّحَدِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گہوارے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرتے چلے جاؤ۔

2. عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:
علم حاصل کرنا اللہ کے مقرر کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔
(بحار الانوار جلد 1، ابواب العلم، باب 1، حدیث 28)

3. امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اَیُّهَاالنَّاسُ اِعْلَمُوْا اَنَّ کَمَالَ الدِّیْنِ طَلَبُ الْعِلْمِ وَالْعَمَلُ بِهٖ
وَ اَنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ اَوْجَبُ عَلَیْکُمْ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ

ترجمہ: اے لوگو! جان لو کہ دین کا کمال علم کا حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے اور یہ کہ علم حاصل کرنا تم پر مال حاصل کرنے سے زیادہ واجب ہے۔ (ایضاً، حدیث 41)

4. حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُفٍّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ لَا یَجْعَلُ فِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ یَوْمًا یَتَفَقَّهُ فِیْهِ
اَمْرَ دِیْنِهٖ وَ یَسْئَلُ عَنْ دِیْنِهٖ

ترجمہ: افسوس ہے ہر اس مسلمان پر جو ہر ہفتے میں ایک دن دین کو سمجھنے اور دین کے بارے میں سوال کرنے کے لئے مقرر نہیں کرتا۔ (ایضاً، حدیث 44)

5. حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لَسْتُ اُحِبُّ اَنْ اَرَی الشَّابَ مِنْکُمْ اِلَّا غَادِیًا فِیْ حَالَیْنِ: اِمَّا عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا، فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَرَّطَ، فَاِنْ فَرَّطَ ضَیَّعَ، فَاِنْ ضَیَّعَ اَثِمَ وَاِنْ اَثِمَ سَکَنَ النَّارَ وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّداً بِالْحَقِّ

ترجمہ: میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم میں سے کسی جوان کو دیکھوں کہ وہ صبح بیدار ہوا اور ان دو میں سے کسی اور حالت پر ہو: یا عالم ہو یا طالب علم۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو (فرائض وحقوق کی ادائیگی میں) کوتاہی کرے گا، اور اگر (فرائض وحقوق کی ادائیگی میں) کوتاہی کرے گا تو (فرائض وحقوق کو) ضائع کرے گا اور اگر (فرائض وحقوق کو) ضائع کرے گا تو گناہگار ہوگا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر گناہگار ہوگا تو جہنم میں جائے گا، قسم اس اللہ کی جس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) برحق مبعوث کیا۔ (ایضاً، حدیث22)

مندرجہ بالا آیت اور احادیث کی روشنی میں یہ بات طے ہوگئی کہ بنیادی طور پر ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو یا عورت) علم حاصل کرنا واجب ہے۔ اب علم حاصل کرنے کے مختلف درجات ہیں۔ تمہید میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ تقلید علم حاصل کرنے کا سب سے ابتدائی مرحلہ ہے ۔ جس طرح ہماری دنیوی تعلیم میں پہلے پرائمری درجہ ہوتا ہے، پھر مڈل، میٹرک، انٹرمیڈیٹ وغیرہ، اسی طرح دینی تعلیم میں آپ تقلید کو پرائمری درجہ کا نام دے سکتے ہیں۔ معاشرے کا کوئی بھی باشعور انسان اپنے بچے کو پرائمری تعلیم کے بعد سکول سے اٹھا نہیں لیتا بلکہ پرائمری کے بعد اپنے حالات کے مطابق بہتر سے بہتر تعلیم دلانے کی منصوبہ بندی کرتا ہے اور اسے ایم اے، ایم ۔ ایس ۔ سی، ایم ۔ بی ۔ اے، ایم ۔ سی ۔ ایس، وغیرہ کراتا ہے۔ جب دنیوی معاملات کو بہتر بنانے والی تعلیم میں آپ اپنے بچوں کے لئے پرائمری تعلیم کافی نہیں سمجھتے تو دینی تعلیم میں ساری زندگی پرائمری کے درجہ پر کیوں رہا جائے؟ ساری زندگی تقلید کیوں کی جائے؟

یہ ہماری ذاتی رائے نہیں ہے۔ اگر معصومین علیہم السلام کے ارشادات کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی کہ انہوں نے اپنے شیعوں کے لئے تقلید کی سطح پر رک جانے کو سخت ناپسند فرمایا ہے بلکہ تقلید کی بجائے تَفَقُّہ پر تاکید کی ہے:

تفقہ کی اھمیت احادیث کی روشنی میں :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

1. تَفَقَّھُوْا فِیْ الدِّیْنِ، فَاِنَّہٗ مَنْ لَّمْ یَتَفَقَّہُ فِیْ الدِّیْنِ فَاِنَّہٗ اِعْرَابِیٌّ

ترجمہ: دین میں تَفَقُّہ کرو، بلاشبہ جو دین میں تَفَقُّہ نہیں کرتا وہ اعرابی ہے۔

(اصول کافی، جلد1، کتاب فضل العلم، باب1، حدیث6)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس حدیث میں اور اگلی چند احادیث میں **تفقہ فی الدین** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور دین سے مراد دین کے تینوں پہلو یعنی عقائد، اخلاق اور احکام ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ایک اور حدیث میں ہے:

2. عَلَیۡکُمۡ بِالتَّفَقُّهِ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ وَلَا تَکُوۡنُوۡا اَعۡرَاباً فَاِنَّهٗ مَنۡ لَّمۡ یَتَفَقَّهۡ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ لَمۡ یَنۡظُرِ اللّٰهُ اِلَیۡهِ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ وَلَمۡ یُزَکِّ عَمَلَهٗ

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ اللہ کے دین میں تَفَقُّہ کرو اور اعرابی نہ بنو، یقیناً جو اللہ کے دین میں تَفَقُّہ نہیں کرتا قیامت کے دن اللہ اس پر نظر نہیں کرے گا اور اس کے عمل کو پاکیزہ قرار نہیں دے گا۔ (اصول کافی، جلد1، کتاب فضل العلم، باب1، حدیث7)

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جو لوگ **تفقه فی الدین** کے بغیر زندگی گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں ان کے اعمال پاکیزہ نہیں ہوں گے۔ ظاہر سی بات ہے کہ غیر پاکیزہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبول بھی نہیں ہوں گے۔ اس حدیث کا پیغام واضح طور پر یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوں تو اپنے اعمال کو پاکیزہ بنائیں اور اعمال کو پاکیزہ بنانے کے لئے **تفقه فی الدین** ضروری ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ایک اور حدیث میں ہے:

3. لَوَدَدۡتُ اَنَّ اَصۡحَابِیۡ ضُرِبَتۡ رُءُوۡسُهُمۡ بِالسِّیَاطِ حَتّٰی یَتَفَقَّهُوۡا

ترجمہ: میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میرے اصحاب کے سروں پر کوڑے مارے جائیں تا کہ وہ دین میں تفقہ کریں۔ (اصول کافی، جلد1، کتاب فضل العلم، باب1، حدیث8)

ظاہر سی بات ہے کہ اصحابِ امام ایسے تو نہیں ہوں گے کہ تقلیدی سطح کا علم دین بھی نہ رکھتے ہوں۔ تقلیدی سطح کا علم تو ضرور رکھتے ہوں گے، اور تقلید بھی کس کی؟ کسی غیر معصوم عالم اور مجتہد کی نہیں بلکہ امامِ معصوم کی۔ ان اصحاب کے بارے میں امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میرے اصحاب کے سروں پر کوڑے مارے جائیں تا کہ وہ دین میں تفقہ کریں" اس بات کو بخوبی واضح کر دیتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب اور اپنے شیعہ سے کس درجہ کے فہم دین کی توقع رکھتے ہیں۔

ان تمام احادیث میں تَفَقُّہ اور تَفَقَّهُوۡا کے الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ عربی زبان میں 'سمجھنے' کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں، فہم اور فقہ۔ فہم سے مراد عام سطح کی معمولی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سمجھ بوجھ ہے جبکہ فقہ سے مراد گہری سمجھ بوجھ ہے۔

علامہ حسن مصطفوی اپنی کتاب ''التحقیق فی کلمات القرآن الکریم'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْفِقْهَ بِمَعْنَى الْفَهْمِ عَلٰى دِقَّةٍ وَ تَاَمُّلٍ وَ الْفَقِيْهُ مَنْ يَكُوْنُ مُتَّصِفاً بِهٰذِهِ الصِّفَةِ.

'' فَلَوْ لا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ ''

اَلدِّيْنُ هُوَالْخُضُوْعُ تَحْتَ بَرْنَامَجٍ وَ مُقَرَّرَاتٍ وَ اَحْكَامٍ مُعَيَّنَةٍ وَ يُرَادُ مِنْهُ دِيْنُ الْاِسْلَامِ. وَ بَرْنَامَجُهُ فِى الْمَرْتَبَةِ الْاُوْلٰى هُوَ الْاِعْتِقَادَاتُ وَ الْحَقَائِقُ وَالْمَعَارِفُ الْاِسْلَامِيَّةُ. ثُمَّ مَا يَرْتَبِطُ بِتَزْكِيَةِ النَّفْسِ وَ تَهْذِيْبِهَا وَ تَحْصِيْلِ الرُّوْحَانِيَّةِ الْبَاطِنِيَّةِ، ثُمَّ الْاَحْكَامُ وَ الْمُقَرَّرَاتُ الْمُرْتَبِطَةُ بِالْاَعْمَالِ الْخَارِجِيَّةِ وَ الْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ.وَ بِمُنَاسَبَةِ هٰذِهِ الآيَةِ الْكَرِيْمَةِ اخْتَصَّ الْفَقِيْهُ فِىْ لِسَانِ اَهْلِ الدِّيْنِ بِمَنْ يَكُوْنُ مُتَفَقِّهاً فِى الدِّيْنِ. وَ لَمَّا كَانَ الْمُتَدَاوِلُ فِيْمَا بَيْنَ عُمُوْمِ الْمُتَدَيِّنِيْنَ الْاَحْكَامُ الْمُرْتَبِطَةُ بِالطَّاعَاتِ وَ الْمُعَامَلَاتِ جُعِلَ مُخْتَصّاً فِيْمَا بَيْنَهُمْ بِمَنْ يَتَفَقَّهُ فِىْ تِلْكَ الْاَحْكَامِ.وَ مِنَ الْاَسَفِ غَفْلَةُ النَّاسِ عَنْ هٰذِهِ الْحَقِيْقَةِ ، حَيْثُ لَمْ يَتَوَجَّهُوْا اِلٰى مَعَارِفِ الْاِسْلَامِ وَ اِلٰى تَهْذِيْبِ النَّفْسِ وَ اَحْكَامِهَا، مَعَ اَنَّ حَقِيْقَةَ الدِّيْنِ هُوَ مَعَارِفُهُ وَ الْفَلَاحُ فِىْ تَزْكِيَةِ النَّفْسِ:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

نَعَمْ اِكْتَفُوْا مِنَ الْاُصُوْلِ وَ الْحَقَائِقِ بِاَ لْفَاظِهَا وَ غَفَلُوْا عَنْ حَقَائِقِهَا مَايَرْتَبِطُ بِعُلُوْمِ التَّزْكِيَةِ وَالْعَجَبُ الْعَجِيْبُ مِنَ عُلَمَاءِ هِمْ حَيْثُ سَمَّوْا اَنْفُسَهُمْ فُقَهَاءَ وَ لَيْسَ عِنْدَ هُمْ اِلَّا مَا يَرْتَبِطُ بِالْفُرُوْعِ وَلا يَبْحَثُوْنَ اِلَّا فِىْ اَحْكَامِهَا وَلا يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلَّا اِلَيْهَا وَ قَدْ نَسُوْا وَ اَنْسَوْا ذِكْرَ اللّٰهِ.

ترجمه:

فقہ کے معنی ہیں باریک بینی کے ساتھ غوروفکر کر کے سمجھنا اور فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں یہ صفت پائی جاتی ہو۔

فَلَوْ لا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’ پس ان میں سے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلتے کہ وہ دین میں تفقہ کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں ڈرائیں‘‘۔ (توبہ:122)

دین ایک لائحہ عمل اور معینہ قواعد واحکام کے تحت خضوع کو کہتے ہیں اور اس سے مراد دین اسلام ہے اور اس کا لائحہ عمل پہلے مرتبہ میں اسلامی اعتقادات اور اسلامی حقائق و معارف ہیں۔اس کے بعد ان چیزوں کا مرتبہ آتا ہے جن کا تعلق تزکیہ نفس، تہذیب نفس اور باطنی روحانیت حاصل کرنے سے ہے۔اس کے بعد ان احکام وقواعد کا مرتبہ آتا ہے جن کا تعلق بیرونی اعمال اور عبادات ومعاملات سے ہے۔

اس آیت کریمہ کی مناسبت سے اہل دین کی زبان میں فقیہ کا لفظ اس شخص سے مختص ہو گیا ہے جو دین میں تفقہ کرتا ہو۔اور چونکہ مذہبی لوگوں میں عام طور پر اس سے عبادات و معاملات سے تعلق رکھنے والے احکام مراد ہوتے ہیں اس لئے ان میں یہ لفظ اس شخص کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے جو ان احکام میں تفقہ کرتا ہو۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں اس لئے کہ وہ اسلامی معارف،تہذیب نفس اور ان کے احکام کی طرف متوجہ نہیں ہیں جبکہ دین کی حقیقت تو اس کے معارف ہیں اور انسان کی فلاح تزکیہ نفس میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

ترجمه: فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ نفس کیا اور
نامراد ہوا وہ جس نے اسے آلودہ کر دیا۔ (سورۂ شمس:9-10)

ہاں،انہوں اصول وحقائق کے بارے میں ان کے الفاظ پر اکتفا کر لیا ہے اور ان کے حقائق سے غافل ہو گئے جو تزکیہ نفس سے تعلق رکھنے والے علوم کے زمرے میں آتے ہیں۔

حیرت وتعجب تو ان کے علماء پر ہے جنہوں نے اپنا نام تو فقہاء رکھ لیا ہے جبکہ ان کے پاس فروع سے تعلق رکھنے والے علوم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور وہ صرف انہی کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور لوگوں کو انہی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ خود اللہ کو فراموش کر چکے ہیں بلکہ لوگوں کو بھی خدا فراموشی میں مبتلا کر چکے ہیں۔‘‘ (جلد 9 صفحہ 136-137)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خلاصہ کلام یہ کہ کسی بات پر عمل کرنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:
1۔بات سن کر سوچے سمجھے بغیر اس پر عمل کرنا۔
2۔معمولی درجہ کی، سطحی سمجھ بوجھ کے ساتھ اس پر عمل کرنا۔
3۔غیر معمولی اور گہری سمجھ بوجھ کے ساتھ، یعنی تفقہ کے ساتھ اس پر عمل کرنا۔

ان تین میں سے پہلی صورت وہی ہے جو تقلید کے نام سے مسلمان عوام پر مسلط کردی گئی ہے۔مندرجہ بالا احادیث میں آئمہ معصومین علیہم السلام اپنے شیعوں کو تَـفَـقُّـهُ کا حکم دے رہے ہیں اور تَـفَـقُّـهُ نہ کرنے والوں کو اعرابی قرار دے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے اصحاب کے سروں پر کوڑے مارے جائیں تا کہ وہ تَفَقُّهُ کریں۔

اعرابی کون؟

مندرجہ بالا احادیث میں یہ کہا گیا ہے کہ جو دین میں تفقہ نہیں کرتا وہ اعرابی ہے۔یہاں پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اعرابی سے کون لوگ مراد ہیں؟
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا، قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا
وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (حجرات: 14)

ترجمہ:اعرابی (بدو) یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں، ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يَعْلَمُوْا
حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ.

ترجمہ: اعرابی کفر اور نفاق میں سب سے شدید ہیں اور اسی قابل ہیں کہ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو نہ جانیں۔ (توبہ: 97)

ان دو آیات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ مندرجہ بالا احادیث میں اعرابی سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف زبان کے مسلمان ہوتے ہیں، ان کے دل ایمان سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خالی ہوتے ہیں۔ان میں سے بعض کفر اور منافقت میں بہت سخت ہوتے ہیں اور حدود اللہ کا علم حاصل کرنے کی لیاقت اور صلاحیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عام طور پر شیعہ عوام کے ذہنوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ وہ خود تو مومن ہیں جبکہ دوسرے فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ''مسلم'' ہیں۔ یہ تصور مقررین اور خطیبوں نے سورہ حجرات کی محولہ بالا آیت کی روشنی میں ان کے ذہنوں میں ڈالا ہے۔

شیعہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات اس طرح بٹھا دی گئی ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہوتا ہے وہ مولا علی (علیہ السلام) کی ولایت کو بھی قبول کرے گا۔ جو مولا علی (علیہ السلام) کی ولایت کو قبول نہیں کرتا اس کا دل ایمان سے خالی ہے اور چونکہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے لہٰذا اس آیت کے مطابق وہ مومن نہیں بلکہ مسلم ہے۔

ہم یہاں پر شیعہ عوام کو امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں اپنے بارے میں غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ جو دین میں **تفقہ** نہیں کرتا وہ اعرابی ہے۔ ذرا سوچیں کہ انہوں نے اندھی تقلید کر کے اعرابی بنے رہنا ہے جو زبانی زبانی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، جن کے دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی حدود کا علم حاصل کرنے کی توفیق سے محروم ہوتے ہیں یا **تفقہ** کر کے اعرابی والی حالت سے نکلنا ہے اور بدو کی سطح سے اٹھ کر مومن بننا ہے؟

☆☆☆

انسانوں کی تین اقسام:

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ زیر بحث فتویٰ کی روشنی میں مکلفین کی تین اقسام سامنے آتی ہیں: مجتہد، محتاط اور مقلد۔ جبکہ احادیث معصومین علیہم السلام میں اس تقسیم کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ معصومین علیہم السلام کے چند ارشادات کا مطالعہ کرتے ہیں:

1۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کمیل بن زیاد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلنَّاسُ ثَلٰثَۃٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِیٌّ وَ مُتَعَلِّمٌ عَلیٰ سَبِیْلِ النِّجَاۃِ وَ ھَمَجٌ رُعَاعٌ، اَتْبَاعُ کُلِّ نَاعِقٍ، یَمِیْلُوْنَ مَعَ کُلِّ رِیْحٍ، لَمْ یَسْتَضِیْئُوْا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بِنُوْرِ الْعِلْمِ وَ لَمْ يَلْجَئُوْا اِلٰى رُكْنٍ وَّثِيْقٍ . (نہج البلاغہ:حکمت:147)

ترجمہ: لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

1۔عالم ربانی (یعنی رب کی معرفت رکھنے والا اور رب کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والا عالم)

2۔نجات کی راہ پر چلنے والا طالب علم۔

3۔پست اور احمق لوگوں کا ہجوم، جو ہر آواز کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے اور ہر ہوا کے ساتھ اڑنے لگتا ہے، نہ علم کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے اور نہ کسی قابل اعتماد ستون کا سہارا لیتا ہے۔

2۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اَلنَّاسُ ثَلٰثَةٌ: عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ وَ غُثَاءٌ، فَنَحْنُ الْعُلَمَاءُ
وَ شِيْعَتُنَا مُتَعَلِّمُوْنَ وَ سَائِرُ النَّاسِ غُثَاءٌ

ترجمہ :لوگوں کی تین قسمیں ہیں: عالم، طالب علم اور خس وخاشاک۔ ہم علماء ہیں، ہمارے شیعہ طالب علم ہیں اور باقی لوگ خس وخاشاک ہیں۔

(اصول کافی، کتاب العلم۔ باب اصناف الناس، حدیث4)

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ ''ہمارے شیعہ طالب علم ہیں'' میں شیعہ سے مراد تمام شیعہ ہیں جن میں علماء و مجتہدین اور مراجع تقلید بھی شامل ہیں۔ اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ آئمہ علیہم السلام اپنے شیعوں کو فہم دین میں کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

صفحہ 29 پر حدیث نمبر 5 میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اپنی ملت کے جوانوں کو عالم یا طالب علم کے علاوہ کسی اور حالت پر ہونے کو سخت ناپسند فرمایا۔

اگر چہ اس مضمون کی احادیث اور بھی ہیں لیکن چونکہ اس رسالہ میں اختصار پیش نظر ہے لہٰذا ان احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

نتیجہ : آئمہ معصومین علیہم السلام کی ان احادیث میں علم کی بات ہو رہی ہے، عالم اور طالب علم کی بات ہو رہی ہے، تَفَقُّہ پر تاکید کی جا رہی ہے، اس کے سوا کسی اور چیز کی کوئی گنجائش ہی نظر نہیں آ رہی۔ کسی امام کے فرمان میں یہ بات نہیں ملے گی کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں: مجتہد،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

محتاط اور مقلد۔ پھر یہ مجتہد، محتاط اور مقلد والی تقسیم کہاں سے آئی؟

ممکن ہے کوئی یہ کہہ دے کہ ان احادیث میں عالم سے مراد مجتہدین اور طالب علم سے مراد مقلدین ہیں۔ لیکن اس بات کی حیثیت ایک لطیفے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ کیا کوئی عقلمند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ پاکستان کے کسی دور افتادہ گاؤں کا رہنے والا ایک شخص جو قم یا نجف میں مقیم فلاں آیت اللہ کا مقلد ہے، اس کا شاگرد ہے؟ کیا واقعی مرجع تقلید اور مقلد کے درمیان استاد شاگرد والا تعلق ہوتا ہے؟

قارئین کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ جس وقت آئمہ علیہم السلام کی زبان اقدس سے یہ ارشادات صادر ہوئے اس دور میں مجتہد، محتاط اور مقلد والی اصطلاح کا دور دور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ عرصہ دراز تک ہمارے علماء اپنے لئے لفظ مجتہد استعمال ہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اجازت دیتے تھے کہ انہیں مجتہد کہا جائے، بلکہ اگر کوئی انہیں مجتہد کہہ دیتا تو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے۔[1]

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ سب فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اصول دین میں تقلید حرام ہے اور مکلّف پر واجب ہے کہ وہ اصول دین کا علم دلیل کی روشنی میں حاصل کرے۔ اب اگر مکلّف اصول دین میں تقلید نہیں کر رہا اور دلیل کی روشنی میں اپنے اصول دین کا علم حاصل کر لیتا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ مجتہد بن گیا ہے۔ اب یہاں یہ بنیادی نوعیت کا سوال سامنے آتا ہے کہ اگر مجتہد اور مقلد بنے بغیر، دلیل کی روشنی میں اصول دین کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے تو یہی راستہ فروع دین میں کیوں نہیں اپنایا جا سکتا؟

بنابریں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ فروع دین میں مکلّف کے پاس اجتہاد، احتیاط اور تقلید کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ جو راستہ اصول دین کا علم حاصل کرنے کے لئے کھلا ہوا ہے وہی فروع دین میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور ہم اپنی قوم کے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقے سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ حتی الامکان اس راستے کو اپنانے کی کوشش کریں۔

1۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں الدروس فی علم الاصول، حلقہ اولیٰ، تالیف آیت اللہ العظمیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سید محمد باقر الصدر شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔

آیات واحادیث تقلید

یہاں ایک اہم سوال سامنے آتا ہے کہ اگر تقلید اتنی ہی غیر اہم ہے تو پھر ان آیات و احادیث کا کیا کیا جائے گا جن سے تقلید کے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے۔ہم یہاں ان آیات واحادیث پر مختصر بات کریں گے۔ان میں سے ایک آیت یہ ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

دوسری آیت یہ ہے:

مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (توبہ:122)

ترجمہ: مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ سب کے سب حصولِ علم کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوں، پس ان میں سے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلتے کہ وہ دین میں تفقہ کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں ڈرائیں، تاکہ وہ (جہالت کی راہ پر چلنے اور اس کے برے انجام سے) بچ سکیں۔

جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

فَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهٖ حَافِظًا لِدِيْنِهٖ
مُخَالِفًا عَلٰى هَوَاهُ مُطِيْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُوْهُ.

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: پس فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو، اپنے دین کا محافظ ہو، اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے والا ہواور اپنے مولا کے حکم کا فرمانبردار ہو،عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔

وَاَمَّاالۡحَوَادِثُ الۡوَاقِعَةُ فَارۡجِعُوۡا فِيۡهَا اِلٰى رُوَاةِ اَحَادِيۡثِنَا،

فَاِنَّهُمۡ حُجَّتِىۡ عَلَيۡكُمۡ وَاَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ (احتجاج طبرسی470:2)

ترجمہ : جہاں تک نئے رونما ہونے والے حوادث کا تعلق ہے تو ان میں ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔

مندرجہ بالا آیات اوراحادیث سے بہت زور وشور سے تقلید کے واجب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ہم ایک ایک کر کے ان آیات اوراحادیث کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

پہلی آیت:

فَاسۡئَلُوۡا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ: اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے تو پوری آیت کا مطالعہ کیئے بغیراس کا اصل پیغام نہیں سمجھا جاسکتا۔اس لیئے کہ بدقسمتی سے اس آیت کے اصل پیغام کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور درحقیقت اپنے مطلب کے آدھے سچ کو بیان کیا جاتا ہے۔

یہ آیت قرآن مجید میں دومقامات پر موجود ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُوۡحِىۡ اِلَيۡهِمۡ فَاسۡئَلُوۡا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ .بِالۡبَيِّنَاتِ وَ الزُّبُرِ وَ اَنۡزَلۡنَا اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ (سورۂ نحل:43-44)

ترجمہ :(اے رسول) ہم نے آپ سے پہلے بھی انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا، اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو، واضح اور مضبوط دلائل کے ساتھ، اور ہم نے یہ ذکر آپ کی طرف نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور وفکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے لگیں۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ
فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ (اے رسول) ہم نے آپ سے پہلے بھی انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا، اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ (سورۂ انبیاء:7)

ان آیات کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات قابل غور ہیں:

(1) یہ دونوں سورتیں اور ان میں موجود یہ آیات مکی ہیں۔

(2) ان آیات میں رسالت کے بارے میں مشرکین مکہ کے موقف کی تردید کی گئی ہے۔

مشرکین مکہ حیرت اور تعجب سے کہا کرتے تھے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کسی انسان کو اپنا رسول بنا کر بھیجے۔ اگر اللہ نے کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو کسی انسان کو نہیں بلکہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا۔ ان کے موقف کی تردید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ سے پہلے بھی ہم صرف انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ اور پھر خطاب کا رخ مشرکین مکہ کی طرف کر کے ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ماضی میں جو رسول بھیجے گئے وہ سب انسان ہی تھے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

اس آیت میں بنیادی طور پر اہل ذکر سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن میں تورات کو ذکر کا نام دیا ہے:

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِیْ الزُّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ

ترجمہ: اور ہم نے ذکر (تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔ (سورۂ انبیاء:105)

یہ آیت دراصل رسالت کے بارے میں ہے، جس کا تعلق اصول دین سے ہے، جس میں تقلید کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس آیت میں مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ اگر واقعی تم اس حقیقت سے بے خبر ہو کہ اللہ نے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے تو گزشتہ آسمانی کتابوں کے علماء سے جا کر یہ بات پوچھ لو کہ اللہ نے جن رسولوں کو یہ کتابیں دے کر بھیجا تھا وہ انسان تھے یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرشتے؟ یعنی مشرکین مکہ کو ایک تحقیقی کام (Assignment) دیا جارہا ہے کہ گزشتہ آسمانی کتابوں کے ماننے والوں اوران کے علماء سے تحقیق کروتا کہ تم پر واضح ہوجائے کہ ماضی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جورسول آئے وہ انسان ہی تھے، فرشتے نہیں تھے۔ سورۂ نحل میں یہ بھی واضح کردیا گیا کہ اہل الذکر یعنی علمائے اہل کتاب سے صرف پوچھنا نہیں بلکہ روشن اورٹھوس دلائل (اَلْبَیِّنَاتِ وَالزُّبُر) کی روشنی میں پوچھنا ہے، ان کی بات کو بغیر دلیل کے اندھا دھند نہیں مان لینا ہے، ان کی اندھی تقلید نہیں کرنی بلکہ دلیل (اَلْبَیِّنَاتِ وَ الزُّبُر) کی روشنی میں حقیقت کو جاننے کی کوشش کرنی ہے۔

آیت کے ذیل میں یہ بھی بیان کردیا گیا کہ یہ قرآن بھی ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نازل کیا اور آنحضرت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس ذکر یعنی قرآن کو لوگوں کے لئے بیان کریں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ذکر یعنی اللہ کی کتاب کو لوگوں کے لئے بیان کریں تو علماء کی بنیادی ذمہ داری بھی یہی ہوگی کہ اللہ کی کتاب کی تعلیمات کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کریں، نہ یہ کہ ان کو قرآن شریف سے جاہل رکھ کر اپنے فتاویٰ کی اندھی تقلید پر لگا دیں۔

ولعلھم یتفکرون کے الفاظ بھی انتہائی اہم ہیں جو اس حقیقت پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کتاب اس لئے دے کر بھیجا تا کہ لوگ غور وفکر کریں، ان کی عقلی اور فکری صلاحیتوں میں اضافہ ہو، نہ یہ کہ ان کی سوچوں پر پہرے بٹھائے جائیں اور ان کی عقلی صلاحیتوں کو معطل کردیا جائے۔ جب کہ تقلید کی موجودہ شکل لوگوں کی عقل اور فکر پر پابندی لگا دیتی ہے اور ان کی عقلی وفکری صلاحیتوں کو معطل کردیتی ہے، جو واضح طور پر اس آیت کی روح کے خلاف ہے۔

اب اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بنیادی طور پر اس آیت کا موجودہ ومروجہ نظام تقلید کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے درمیان موجود تھے تو انہیں فروع دین میں مجتہدین کی تقلید کا حکم دینے کی گنجائش ہی کہاں تھی؟ یہ آیت مشرکین مکہ کو رسالت کے بارے میں تحقیق کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی راہ دکھا رہی ہے، اس دور کے مسلمانوں کو مجتہدین کی تقلید کا حکم نہیں دے رہی۔

البتہ ظاہر سی بات ہے کہ آیت کا بنیادی مفہوم یہ ہونے کے باوجود اس کے مفہوم کو صرف اس موضوع تک محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ آیت ایک کلی ضابطہ اور اصول کی حیثیت بھی رکھتی ہے کہ جہاں بھی انسان کو کسی بات کا علم نہ ہو وہ اس موضوع کے ماہرین کی طرف رجوع کر کے دلیل کی روشنی میں علم حاصل کرے اور اپنی جہالت دور کر لے۔ لیکن یہ اس آیت کا ایک ثانوی مفہوم ہوگا۔

اس آیت سے ثانوی اور ضمنی طور پر یہ بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جو اہل ایمان کسی وجہ سے قرآن وسنت کی تفصیلی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، اپنے دینی احکام کو جاننے کے لئے ان پر لازم ہے کہ وہ اہل ذکر یعنی اہل قرآن علماء کی طرف رجوع کریں اور ان سے ''بینات وزُبُرْ'' یعنی واضح اور ٹھوس دلائل کی روشنی میں اللہ کے احکام کا علم حاصل کریں۔ لیکن اس سے یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوتی کہ آپ قرآن مجید کو ایک طرف رکھ دیں، صرف ثواب، برکت اور مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے پڑھیں اور اپنی عملی زندگی میں ایک خاص شخص کو معین کر لیں اور پھر عمر بھر تمام دینی فرائض کی ادائیگی میں اس کی اندھی تقلید کرتے رہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں علم حاصل کرنے کی کوشش ترک کر دیں اور یہ جاننے کی زحمت بھی نہ کریں کہ جو کچھ وہ مرجع کہہ رہا ہے وہ قرآن کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ یہ المیہ مسلمانوں کے کسی خاص فرقے کا نہیں ہے، سب مسلمان فرقے اس بدبختی میں مبتلا ہیں۔

پوری آیت اور اس کے سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر جو بات سامنے آتی ہے وہ اس بات سے کس قدر مختلف ہے جو عام طور پر اندھی تقلید کے حامی اس آیت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری آیت:

تقلید کے حوالے سے ایک اور مظلوم قرآنی آیت یہ ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (توبہ:122)

ترجمہ: اورمومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ سب کے سب حصولِ علم کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوں، پس ان میں سے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلتے کہ وہ دین میں تفقہ کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں ڈرائیں، تاکہ وہ (جہالت کی راہ پر چلنے اوراس کے برے انجام سے) بچ سکیں۔

اس آیت میں مندرجہ ذیل نکات بیان کیئے گئے ہیں:

1۔مسلمان معاشرے میں تعلیم کا فروغ ضروری ہے۔(گزشتہ صفحات میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب عینی ہے۔)

2۔سب مسلمانوں پر لازم نہیں کہ وہ حصول علم کے لئے علمی مراکز کی طرف جائیں اس لئے کہ عملی طور پر ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔

3۔ ہرعلاقے، ہرقوم اور قبیلے سے کچھ لوگ حصول علم کے لئے علمی مراکز کی طرف جائیں اور دین کا علم حاصل کر کے اپنی قوم، قبیلے اور علاقے میں واپس آ کر انہیں تعلیم دیں اور ان کی تربیت کریں۔

اس آیت سے عام طور پر یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ سب مومنین پر واجب نہیں ہے کہ وہ علمی مراکز میں جا کر مجتہد بنیں لہٰذا کچھ لوگ علمی مراکز میں جا کر مجتہد بنیں اور پھر دوسرے ان کی تقلید کریں۔لیکن اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

اس آیت کے معنی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے نزول کے وقت کے حالات کو مدنظر رکھا جائے۔اس دور میں مسلمانوں کا ایک ہی علمی مرکز تھا، مدینہ منورہ، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی روشنی میں علم کی شمع روشن کیئے ہوئے تھے۔مدینہ سے باہر رہنے والے مسلمانوں کی بستیوں میں کوئی تعلیمی ادارہ، اسلامی علوم کے بارے میں کوئی کتابخانہ، کوئی کتاب اور کوئی عالم موجود نہیں تھا۔اب وہاں علم کی روشنی پہنچانے کے دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: ایک یہ کہ ان بستیوں کے سب مسلمان اپنے سارے کاروبار چھوڑ کر مدینہ چلیں جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر دین کا علم حاصل کریں۔عملی طور پر ایسا ممکن ہی نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرا طریقہ یہ کہ ہر بستی اور ہر قوم اور قبیلے سے کچھ افراد مدینہ منورہ جائیں۔ پھر وہاں سے علم دین حاصل کر کے اپنے علاقے ، اپنی قوم اور اپنے قبیلے میں واپس جا کر ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیں۔ ان حالات میں مسلمانوں میں فروغ تعلیم کے لئے یہی مناسب اور قابل عمل طریقہ تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ قابل غور بات ہے کہ اس آیت میں مدینہ طیبہ کے علمی مرکز میں جا کر علم حاصل کرنے کے لئے لِيَتَفَقَّهُوْا کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اپنے قوم اور قبیلے کے لوگوں کو دین کی تعلیم و تربیت دینے کے لئے لِيُنْذِرُوْا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مفردات راغب اصفہانی کے مطابق اِنْذَار ایسی خبر کو کہتے ہیں جس میں ڈرائے جانے کا پہلو پایا جاتا ہو۔ اِنْذَار کرنے والے کو نذیر اور مُنْذِر کہا جاتا ہے۔ چونکہ تمام انبیاء لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انحراف اور اس کی نافرمانی کے انجام سے ڈراتے تھے لہٰذا انبیاء کو نذیر اور مُنْذِر کہا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اپنی قوم کو بتائیں کہ:

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ "میں تو صرف کھلم کھلا نذیر ہوں" (شعراء:115)

تعلیم میں انذار کا پہلو نہ ہو تو معلومات میں اضافہ تو ہو جاتا ہے لیکن تربیت نہیں ہوتی۔ موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے مسلمان ہیں جن کے پاس دینی معلومات تو اچھی خاصی ہوتی ہیں لیکن ان کا کردار ان معلومات کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نظام تعلیم میں انذار کا عنصر موجود نہیں ہے۔ لوگوں کو کچھ معلومات تو دے دی جاتی ہیں لیکن خدا خوفی کا احساس ان میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی میں محض پاس ہونے اور اچھے نمبر لینے کے مقصد کے پیش نظر اسلامیات کا مضمون پڑھا جاتا ہے اور دینی مدارس میں مولوی بننے کے لئے اسلامی علوم پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ اس سے اسلامی کردار کی تشکیل نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، اخلاق وغیرہ کے بارے میں طالب علم کو کسی حد تک معلومات تو دے دی جاتی ہیں مگر انذار کا عنصر موجود نہیں ہوتا۔

لیکن چونکہ انبیاء کے طرز تعلیم میں خدا خوفی اور آخرت کی جواب دہی کے احساس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسی لئے انبیاء کے طریقہ تعلیم و تربیت کو انذار کا نام دیا گیا ہے اور انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو معلم کی بجائے نذیر اور منذر کہا گیا ہے۔

اس آیت میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ ہر قبیلے اور قوم سے کچھ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت گاہ میں حاضر ہو کر تعلیم و تربیت حاصل کریں اور اپنی قوم اور قبیلے میں واپس جا کر ان کی تعلیم و تربیت کریں جس کا اہم اور بنیادی عنصر انذار ہے۔

یہاں یہ سوال غور طلب ہے کہ جو لوگ مختلف قوموں، قبیلوں اور علاقوں سے مدینہ منورہ جا کر علم حاصل کرتے تھے، پھر اپنے اپنے علاقوں اور قوم و قبیلہ میں جا کر لوگوں کی تربیت کرتے تھے کیا وہ معلم و مربی ہوتے تھے یا آج کے مراجع تقلید جیسی کوئی چیز؟ نیز یہ کہ ان کی قوم اور قبیلہ کے لوگ جن کی وہ تعلیم و تربیت کرتے تھے، ان کے شاگرد ہوتے تھے یا مقلد؟ وہ لوگ ان فقہاء میں سے کسی ایک کو مخصوص کر کے اس کی تقلید کرتے تھے یا ان میں سے کسی سے بھی دینی تعلیم و تربیت حاصل کر سکتے تھے؟

اس آیت میں مسلمانوں کو ہر قوم، قبیلے اور علاقے کی سطح پر دینی تعلیم کو عام کرنے کا ایک نظام دیا گیا ہے جس کے مطابق ہر قوم، قبیلے اور علاقے سے کچھ لوگ علمی مرکز میں جا کر دینی تعلیم و تربیت حاصل کریں، استاد بنیں اور پھر جب اپنے علاقوں اور قوم و قبیلے کی طرف واپس جائیں تو وہاں کے لوگ اپنے ان مقامی علماء و فقہاء سے دین کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔ بالفاظ دیگر یہ آیت یہ کہہ رہی ہے کہ لاہور، کراچی، اسلام آباد، پشاور، کوئٹہ، اور دنیا دوسرے شہروں کے مومنین میں سے کچھ لوگ علمی مراکز میں جا کر دین کا علم حاصل کریں، فقیہ بن کر اپنے اپنے شہر میں واپس آئیں اور اپنے اپنے شہروں کے لوگوں کو دین کے احکام کی تعلیم دیں اور ان کی دینی تربیت کریں۔

اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ساری دنیا کے مومنین قم یا نجف میں بیٹھے کسی ایک یا چند فقہاء کی اندھی تقلید کریں اس آیت کے منشا و مدعا کے بالکل برعکس ہے۔ اس آیت سے موجودہ نظام تقلید کے حق میں استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

یہاں یہ سوال بھی جواب طلب ہے کہ کیا موجودہ نظام تقلید کے مرجع تقلید پر نذیر کا لفظ صادق آتا ہے؟ کیا آج کے مراجع تقلید اپنے مقلدین کے بارے میں انذار کا فریضہ انجام دیتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں؟ یہ آیت جو نظام دے رہی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قوم اور قبیلہ کے لوگ اپنے مقامی علماء وفقہاء سے قرآن وسنت کی روشنی میں دین کی تعلیم وتربیت حاصل کریں نہ یہ کہ ہزاروں میل دور بیٹھے کسی ایک شخص کی اندھی تقلید کریں۔

یاد رہے کہ اس آیت میں یہ ہدایت اس وقت دی گئی تھی جب مسلمانوں کے پاس مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی مرکز کے سوا علم حاصل کرنے کا کوئی اور راستہ موجود نہیں تھا۔موجودہ دور میں جب کہ ہر ملک میں اوراکثر شہروں اور قصبوں میں علماء موجود ہیں، نیز بہت بڑے بڑے جید علماء کی تحریر کردہ معیاری کتب اوران کے تراجم بازاروں اور لائبریریوں میں دست یاب ہیں،سی ڈی اور انٹرنیٹ کے ذریعے علم دین حاصل کرنے کے وافر ذرائع موجود ہیں، اس بات پر اصرار کرنا کہ دنیا بھر کے مومنین قم یا نجف کے کسی خاص شخص کو معین کر کے صرف اسی کے فتویٰ کی پیروی کریں، کسی لحاظ سے اس آیت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے۔

☆☆☆

اب آتے ہیں ان احادیث کی طرف جن سے تقلید کے ''وجوب'' پر استدلال کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث:

فَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهٖ حَافِظًا لِدِيْنِهٖ مُخَالِفًا عَلٰى هَوَاهُ مُطِيْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُوْهُ.

ترجمہ: پس فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو، اپنے دین کا محافظ ہو، اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے والا ہو اور اپنے مولا کے حکم کا فرمانبردار ہو، عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ سند کے لحاظ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔اس حدیث کا بنیادی ماخذ تفسیر امام حسن عسکری ہے جس کی امام حسن عسکری علیہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

السلام کی طرف نسبت ہی ثابت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ حدیث کی سند سے قطع نظر، اس حدیث کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا ہے جو **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** کے ساتھ کیا گیا۔ یعنی سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک ٹکڑا بیان کیا جاتا ہے اور اس کے ترجمہ میں بھی ڈنڈی ماری جاتی ہے۔ یہ حدیث حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے جس میں آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیئے جانے والے ایک سوال اور اس کے جواب کی روداد بیان فرمارہے ہیں۔ سیاق وسباق کے ساتھ اس حدیث کا مطالعہ کریں تو صورتحال بالکل مختلف نظر آتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے:

" ثُمَّ قَالَ (عَلَيْهِ السَّلامُ) قَالَ رَجُلٌ لِلصَّادِقِ (عَلَيْهِ السَّلامُ): فَاِذَا كَانَ هٰوءُ لَآءِ الْقَوْمُ مِنَ الْيَهُوْدِ لايَعْرِفُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا بِمَا يَسْمَعُوْنَ مِنْ عُلَمَائِهِمْ لا سَبِيْلَ لَهُمْ اِلىٰ غَيْرِهٖ فَكَيْفَ ذَمَّهُمْ بِتَقْلِيْدِ هِمْ وَالْقُبُوْلِ مِنْ عُلَمَائِهِمْ؟ وَ هَلْ عَوَامُ الْيَهُوْدِ اِلَّا كَعَوَامِنَا يُقَلِّدُوْنَ عُلَمَائَهُمْ؟

فَقَالَ (عَلَيْهِ السَّلامُ): بَيْنَ عَوَامِنَا وَ عُلَمَائِنَا وَ عَوَامِ الْيَهُوْدِ وَ عُلَمَائِهِمْ فَرْقٌ مِنْ جِهَةٍ وَ تَسْوِيَةٌ مِنْ جِهَةٍ.اَمَّا مِنْ حَيْثُ اِسْتَوُوْا: فَاِنَّ اللّٰهَ ذَمَّ عَوَامَنَا بِتَقْلِيْدِ عُلَمَائِهِمْ كَمَا ذَمَّ عَوَامَهُمْ اَمَّا مِنْ حَيْثُ اِفْتَرَقُوْا فَلاَ.

قَالَ بَيِّنْ لِيْ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ):

قَالَ (عَلَيْهِ السَّلامُ): اِنَّ عَوَامَ الْيَهُوْدِ قَدْ عَرَفُوْا عُلَمَائَهُمْ بِالْكِذْبِ الصَّرَاحِ، وَ بِاَكْلِ الْحَرَامِ وَالرِّشَاءِ وَ بِتَغْيِيْرِ الْاَحْكَامِ عَنْ وَاجِبِهَا بِالشِّفَاعَاتِ وَالْعِنَايَاتِ الْمُصَانَعَاتِ وَعَرَفُوْهُمْ بِالتَّعَصُبِ الشَّدِيْدِ الَّذِیْ يُفَارِقُوْنَ بِه اَدْيَانَهُمْ،وَ اَنَّهُمْ اِذَا تَعَصَّبُوْا اَزَالُوْا حُقُوْقَ مَنْ تَعَصَّبُوْا عَلَيْهِ، وَ اَعْطَوْا مَالا يَسْتَحِقُّهُ مَنْ تَعَصَّبُوْا لَهُ مِنْ اَمْوَالِ غَيْرِهِمْ، وَ ظَلَمُوْهُمْ مِنْ اَجْلِهِمْ،وَعَرَفُوْهُمْ لا يُفَارِقُوْنَ الْمُحَرَّمَاتِ،وَاضْطَرُّوْا بِمَعَارِفِ قُلُوْبِهِمْ اِلىٰ اَنَّ مَنْ فَعَلَ مَا يَفْعَلُوْنَهٗ فَهُوَ فَاسِقٌ لَّا يَجُوْزُ اَنْ يُصَدَّقَ عَلَى اللّٰهِ وَلا عَلَى الْوَسَائِطِ بَيْنَ الْخَلْقِ وَ بَيْنَ اللّٰهِ،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَلِذَا لِکَ ذَمَّھُمْ لَمَّا قَلَّدُوْا مَنْ قَدْ عَرَفُوْهُ وَمَنْ قَدْ عَلِمُوْا اَنَّهُ لا یَجُوْزُ قُبُوْلُ خَبَرِهٖ وَلاتَصْدِیْقُهُ فِیْ حِکَایَتِهٖ وَلاالْعَمَلُ بِمَا یُوءَ دِّیْهِ اِلَیْھِمْ عَمَّنْ لَمْ یُشَاھِدُوْهُ وَ وَجَبَ عَلَیْھِمُ النَّظَرُ بِاَنْفُسِھِمْ فِیْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی الله علیه و آله و سلم) اِذْ کَانَتْ دَلائِلُهُ اَوْضَحُ مِنْ اَنْ تَخْفیٰ وَ اَشْھَرمِنْ اَنْ لَّا تَظْھَرَ لَھُمْ.

وَ کَذَالِکَ عَوَامُ اُمَّتِنَااِذَا عَرَفُوْا مِنْ فُقَھَائِھِمُ الْفِسْقَ الظَّاھِرَ وَالْعَصَبِیَّةَ الشَّدِیْدَةَ وَالتَّکَالُبَ عَلَی الدُّنْیَا وَ حَرَامِھَا وَاِھْلاکَ مَنْ یَتَعَصَّبُوْنَ عَلَیْهِ وَ اِنْ کَانَ لِاِصْلاحِ اَمْرِهٖ مُسْتَحِقًّا وَ بِالتَّرَفُرُفِ بِالْبِرِّ وَالاِحْسَانِ عَلیٰ مَنْ تَعَصَّبُوْا لَهُ وَاِنْ کَانَ لِلْاِذْلالِ وَ الْاِھَانَهِ مُسْتَحِقًّا، فَمَنْ قَلَّدَ مِنْ عَوَامِنَا مِثْلَ ھٰوءُ لَآءِ الْفُقَھَاءِ فَھُمْ مِثْلُ الْیَھُوْدِ الَّذِیْنَ ذَمَّھُمُ اللّٰهُ بِالتَّقْلِیْدِ لِفَسَقَةِ فُقَھَائِھِمْ. فَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنَ الْفُقَھَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهٖ حَافِظاً لِدِیْنِهٖ مُخَالِفًا عَلیٰ ھَوَاهُ مُطِیْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ یُقَلِّدُوْهُ وَ ذَالِکَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بَعْضُ فُقَھَاءِ الشِّیْعَةِ لا جَمِیْعُھُمْ. فَاِنَّ مَنْ رَکِبَ مِنَ الْقَبَائِحِ وَ الْفَوَاحِشَ مَرَاکِبَ فَسَقَةِ فُقَھَاءِ الْعَامَّةِ فَلا تَقْبَلُوْا مِنْھُمْ عَنَّا شَیْئاً

ترجمہ: ''پھر آپ (امام حسن عسکری علیہ السلام) نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: جب یہ یہودی اللہ کی کتاب کی کچھ بھی معرفت نہیں رکھتے اور جو کچھ اپنے علماء سے سنتے ہیں اس کے سوا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے تو اللہ نے اپنے علماء کی تقلید اور ان کی باتوں کو قبول کرنے پر ان کی مذمت کیوں فرمائی؟ کیا یہودی عوام جو کہ اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں ہمارے عوام سے کچھ مختلف ہیں؟

امام (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے عوام اور علماء اور یہود کے عوام اور علماء میں ایک لحاظ سے فرق ہے اور ایک لحاظ سے وہ ایک جیسے ہیں۔ جس لحاظ سے یہ ایک دوسرے کے برابر ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے عوام کی بھی اپنے علماء کی تقلید کرنے پر مذمت کی ہے جیسے اللہ نے ان کے عوام کی مذمت کی ہے۔ لیکن جس لحاظ سے ان میں فرق ہے اس پر نہیں۔

سائل نے کہا: اے فرزند رسول! میرے لئے وضاحت سے بیان فرمائیے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امام (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: یہودی اپنے علماء کے بارے میں خوب جانتے تھے کہ وہ کھلم کھلا جھوٹ بولتے تھے، حرام خواری اور رشوت خواری کرتے تھے، سفارش اور لحاظ داری وطرفداری کی بناء پر احکام میں تبدیلی کر دیتے تھے، اور وہ ان کے اس شدید تعصب سے بھی واقف تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے دین سے جدا ہو جاتے تھے، اور یہ کہ جب وہ تعصب کرتے تھے تو جس کے خلاف تعصب سے کام لیتے تھے اس کے حق کو ضائع کر دیتے تھے اور جس کے حق میں تعصب سے کام لیتے تھے دوسروں کا حق بھی اسے دے دیتے تھے اور ان کی خاطر ان پر ظلم کرتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ محرمات کی پابندی کرنے کی بجائے ان کو نظر انداز کرتے تھے۔ وہ یہ بھی مانتے تھے کہ جو کوئی ان جیسے افعال کرے وہ فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ اللہ اور اللہ کے مقرر کردہ وسیلوں کے احکام کے خلاف ان کی تصدیق کی جائے۔ لہٰذا جب انہوں نے ایسے لوگوں کی تقلید کی جن کی تقلید جائز نہ تھی اور نہ ہی ان کی بات کو قبول کرنا جائز تھا تو اس پر اللہ نے ان کی مذمت کی۔

یہی حال ہمارے عوام کا ہے کہ جب وہ اپنے فقہاء کے کھلم کھلا فسق کو جانتے ہوئے، ان کے اندر پائے جانے والے شدید تعصب کو دیکھتے ہوئے، دنیا اور اس کے حرام کے بارے میں ان کی کتوں جیسی ہوس (تکالب) کو دیکھتے ہوئے، اور یہ دیکھتے ہوئے کہ جب وہ کسی کے خلاف تعصب سے کام لیتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں خواہ وہ اصلاح کا مستحق ہو، اور جب وہ کسی کے حق میں تعصب سے کام لیتے ہیں تو اس کے ساتھ بہت مہربانی اور احسان کا سلوک کرتے ہیں خواہ وہ تذلیل اور اہانت کا مستحق ہو، تو ہمارے عوام میں سے جو لوگ ایسے فقہاء کی تقلید کریں تو وہ بھی یہودیوں کے عوام کی طرح ہیں جن کی اللہ نے اپنے فاسق فقہاء کی تقلید کرنے پر مذمت کی ہے۔

لیکن فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی پاسبانی کرنے والا ہو، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو، اپنی خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے والا ہو اور اپنے مولا کے حکم کا فرمانبردار ہو تو عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔ اور کچھ شیعہ فقہاء ہی ایسے ہوتے ہیں نہ کہ سب۔ اور جو کوئی عامہ کے فاسق فقہاء کی طرح اعمال قبیحہ اور فواحش کا مرتکب ہو تو اس سے کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیز جو وہ ہم سے روایت کرے، قبول نہ کرو"۔

اب قارئین محترم اپنی عقل خداداد کو بروئے کار لاکر اس طویل روایت میں غور فرمائیں: ابتدا میں اس میں یہود کے اور آخر میں عامہ کے فاسق فقہاء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ ہمارے فقہاء میں سے بھی جو کوئی ایسا ہو اس کی تقلید جائز نہ ہوگی اور جو اپنے نفس کی پاسبانی کرنے والا ہو، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو، اپنی خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے والا ہو اور اپنے مولا کے حکم کا فرمانبردار ہو تو عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔ یہاں واضح طور پر ناجائز، ممنوع اور حرام تقلید کا ذکر کرنے کے بعد جائز اور حلال تقلید کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اس میں تقلید کے وجوب کی سرے سے کوئی بات ہی نہیں کی جارہی۔ فرمایا جارہا ہے کہ اگر فقہاء خائن، فاسق اور بے دین ہوں تو ان کی تقلید جائز نہیں ہے اور اگر امین اور دیندار ہوں تو ان کی تقلید جائز ہے۔

عوام کو ہر قیمت پر اپنی اندھی تقلید پر چلانے کے خواہشمند فقہاء اور ان کے کارندے اس طویل حدیث کا صرف اتنا سا حصہ عوام کو سناتے ہیں:

فَـاَمَّـا مَـنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهِ حَافِظاً لِدِيْنِهِ مُخَالِفًا عَلٰى هَوَاهُ مُطِيْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُ وْهُ

صرف یہی نہیں بلکہ **فَـلِـلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُ وْهُ** کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے: "عوام پر اس کی تقلید واجب ہے" حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "عوام کے لئے اس کی تقلید جائز ہے"۔ "جائز ہے" کی جگہ "واجب ہے" ترجمہ کرنا انتہائی درجے کی بددیانتی ہے جو بہت وسیع پیمانے پر کی کسی خوف اور جھجک کے بغیر کی جارہی ہے۔ اگر یہاں تقلید کے واجب ہونے کی بات ہوتی تو جملہ اس طرح ہوتا: **فَعَلَى الْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُ وْهُ**

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

وَ ذَالِکَ لا يَكُوْنُ اِلَّا بَعْضُ فُقُهَاءِ الشِّيْعَةِ لا جَمِيْعُهُمْ

" اور بعض شیعہ فقہاء ہی ایسے ہوتے ہیں نہ کہ سب"

اس حدیث سے استدلال کرنے والے ان الفاظ کا بھی ذکر نہیں کرتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ **جَمِیعُهُم** کے معنی ہیں ''وہ سب''، جسے انگریزی میں All of them کہا جاتا ہے، **اَکْثَرُهُم** کے معنی ہیں ''ان میں سے زیادہ تر''، جسے انگریزی میں Most of them کہا جاتا ہے، **بَعْضُهُم** کے معنی ہیں ''ان میں سے کچھ''، جسے انگریزی میں Some of them کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کی رو سے نہ تو سب شیعہ فقہاء اس پاکیزہ کردار کے حامل ہوتے ہیں جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے نہ زیادہ تر، بلکہ بعض ہی اس پاکیزہ کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ہر دور کے شیعہ فقہاء اور مجتہدین کی اکثریت اس پاکیزہ کردار کی حامل نہیں ہوتی اور اس قابل نہیں ہے کہ ان کی تقلید کی جاسکے، بلکہ ان میں سے بعض ہی اس حدیث میں بیان شدہ صلاحیت (میرٹ) پر پورے اترتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس حدیث کی رو سے شیعہ فقہاء کی اکثریت کا کردار بھی یہود کے فقہاء جیسا ہے جن کا ذکر اس حدیث میں ہوا ہے۔

جس نظام تقلید کی بنیاد ہی حدیث کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور اس کے غلط ترجمہ پر رکھی گئی ہے کیا وہ نظام تقلید اس قابل ہے کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے؟

صاحب وسائل الشیعہ کا تبصرہ:

اس روایت پر وسائل الشیعہ کے مؤلف شیخ حر عاملیؒ کا تبصرہ بھی قابل غور ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

اقول التقلید المرخص فیه هنا انما قبول الروایه لا قبول الرای و الظن والاجتهاد و هذا واضح و ذالک لا خلاف فیه. . علی ان هذا الحدیث لا یجوز عندالاصولیین الاعتماد علیه فی الاصول ولا فی الفروع لانه خبر واحد مرسل ظنی السندوالمتن ضعیف عندهم ومعارضه متواتر قطعی السندوالدلالةو مع ذالک یحتمل الحمل علی التقیه . (وسائل الشیعہ جلد 27 صفحہ 132)

ترجمہ : میں یہ کہتا ہوں کہ اس روایت میں جس تقلید کی اجازت دی گئی ہے اس سے مراد روایت کا قبول کرنا ہے نہ کہ رائے، ظن اور اجتہاد کا قبول کرنا، اور یہ واضح ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے........ مزید برآں خود اصولیوں کے نزدیک بھی اس روایت پر اعتماد کرنا جائز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہے، نہ اصول دین میں اور نہ فروع دین میں، اس لئے کہ یہ خبر واحدِ مرسل ہے اوراس کی سند اور متن دونوں ظنی ہیں اور خود ان کے ہاں یہ ضعیف ہے، اور اس کی معارض احادیث متواتر ہیں اوران کی سند اور دلالت دونوں قطعی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ تقیہ پر محمول ہو۔

دوسری حدیث :

وَاَمَّاالْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوْا فِيْهَا اِلٰى رُوَاةِ اَحَادِيْثِنَا،
فَاِنَّهُمْ حُجَّتِىْ عَلَيْكُمْ وَاَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ (احتجاج طبرسی 2:470)

ترجمہ : جہاں تک نئے رونما ہونے والے حوادث کا تعلق ہے تو ان میں ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔

یہ حدیث حضرت حجت علیہ السلام کے ایک نامہ مبارک سے لی گئی ہے۔ اسحاق بن یعقوب نے غیبت صغریٰ کے دور میں حضرت حجت علیہ السلام کے دوسرے نائب محمد بن عثمان عمری کی وساطت سے ایک عریضہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جس میں سترہ سوالوں کا جواب دریافت کیا گیا تھا۔ حضرت نے ان سوالوں کے جوابات پر مشتمل جو نامہ مبارک بھیجا اس کے مطابق یہ ارشاد ساتویں سوال کے جواب میں فرمایا گیا۔ اس ارشاد میں حوادث واقعہ کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ حوادث حادثہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد نئی بات یا نیا پیش آنے والا معاملہ ہے۔ واقعہ کے معنی ہیں وقوع پذیر ہونے والا۔ اس طرح حوادث واقعہ سے مراد وہ معاملات اور مسائل ہیں جو وقت کی رفتار کے ساتھ ہر دور میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ وضو، غسل، تیمّم، نماز، روزہ، حج اور دیگر بہت سی عبادات اور ان سے متعلق اکثر فروعات حوادث واقعہ کے زمرے میں ہی نہیں آتی ہیں اس لئے کہ یہ دین کے بنیادی امور ہیں اور دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا۔ پس حضرت کے اس ارشاد کا تعلق بنیادی طور پر ان واجبات ومحرمات اور ان کی ان فروعات سے ہرگز نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت تک کثرت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیان ہوتی رہی ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ ہر مسلمان پر بنیادی طور پر فرض ہے کہ دین میں تفقہ کرے۔ اس فرمان مبارک میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ نئے پیش آنے والے مسائل اور حالات و واقعات میں جہالت پر مبنی طرز عمل اختیار کرنے کی بجائے ان کے بارے میں علم حاصل کیا جائے۔ حضرت حجت علیہ السلام کے اس فرمان میں راویان حدیث کی طرف رجوع کا جو حکم دیا جارہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ راویان احادیث آئمہ علیہم السلام کی طرف رجوع کر کے ان سے نئے مسائل کے بارے میں اپنے فرائض کا علم حاصل کیا جائے جو ضروری نہیں کہ تقلید کی شکل میں ہو۔ مجتہدین جب اپنے جیسے دوسرے مجتہدین کی کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کیا ان کا مقصد تقلید کرنا ہوتا ہے؟

بنا بریں، نہ حوادث واقعہ سے مراد روزمرہ کے عام دینی معاملات ہیں اور نہ راویان احادیث کی طرف رجوع کا مطلب تقلید کرنا ہے۔

اس ارشاد مبارک کا مقصد تعلیمات آئمہ (علیہم السلام) سے رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس دور میں ارشادات آئمہ (علیہم السلام) کا علم حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ راویوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لئے کہ اس دور میں ارشادات معصومین علیہم السلام کتب کی شکل میں لوگوں کی دسترس میں نہیں تھے۔ موجودہ دور میں جب ارشادات آئمہ علیہم السلام کتب حدیث میں مل جاتے ہیں تو ان کتب کی طرف رجوع کرنے سے بھی اس ارشاد مبارک کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ 1؎

لہٰذا اس حدیث سے مروجہ تقلید کے حق میں استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ دور حاضر کے مجتہدین پر راوی کا لفظ کسی صورت میں صادق نہیں آتا۔

وَاَمَّا الْخُمُسُ :

اس سلسلہ میں ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام کے اس نامہ مبارک میں چودھویں سوال کا جواب خمس کے بارے میں ہے جو ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔ یہ بات ضرور پیش نظر رہے کہ حدیث کتاب میں ہو یا راوی کی زبان پر، ارشادات معصومین علیہم السلام کے مطابق صرف اسی صورت میں قابل قبول ہوگی جب قرآن کے خلاف نہ ہو۔

اَمَّاالْخُمُسُ فَقَدْ اُبِیْحَ لِشِیْعَتِنَا وَ جُعِلُوْامِنْهُ فِیْ حِلٍّ اِلٰی وَقْتِ ظُهُوْرِ اَمْرِنَا

ترجمہ: جہاں تک خمس کا تعلق ہے تو وہ ہمارے شیعوں کے لئے مباح کر دیا گیا ہے اور ہمارے ظہور تک وہ ان کے لئے حلال ہے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ اس نامہ مبارک میں حوادث واقعہ کے بارے میں دیئے گئے جواب سے تقلید کے حق میں استدلال کرنے والے مجتہدین خمس کے بارے میں حضرت حجت علیہ السلام کے اس ارشاد کو شیعہ عوام کے سامنے کیوں بیان نہیں کرتے اور اس کی روشنی میں خمس کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ جتنے زور وشور سے **اما الحوادث الواقعہ** والا ارشاد لوگوں کو سنایا جاتا ہے **اما الخمس** کے بارے میں اتنی ہی خاموشی کیوں؟ نہ صرف خاموشی بلکہ مومنین کو ڈرایا جاتا ہے کہ خمس نہ دینے کی صورت میں وہ حق امام کے اور حق زہرا (سلام اللہ علیہا) کے غاصب ہوں گے۔ حالانکہ اس فرمان کے مطابق امام علیہ السلام واضح طور پر خمس مومنین کو حلال کر چکے ہیں۔

فتویٰ کی گنجائش:

دینی مسائل کی دو اقسام ہیں: ثابت اور متغیر۔ ثابت وہ ہیں جو ہر دور میں اور تمام حالات میں یکساں رہتے ہیں۔ وقت اور حالات کے بدلنے سے ان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ کے اکثر احکام۔ متغیر وہ جن کی صورت وقت اور حالات کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے، جیسا کہ جہاد، تبلیغ دین، اقتصادی وسیاسی معاملات جیسے امور۔ ظاہر سی بات ہے کہ آج کل کے دور میں گھوڑوں اور تلواروں سے جہاد نہیں ہوگا اور تبلیغ دین کے لئے بھی جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال ناگزیر ہے۔ اسی طرح بنک اور جدید اقتصادی مسائل جن کا رسول اللہ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں کوئی نام ونشان تک نہیں تھا دور جدید میں انتہائی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہی وہ مسائل ہیں جنہیں اس حدیث میں حوادث واقعہ کا نام دیا گیا ہے۔ وہ مسائل جو ثابت ہیں اور حوادث واقعہ کے زمرے میں نہیں آتے، ان میں اگر رسول اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی حیات مبارکہ میں سے عملی رہنمائی موجود ہو تو ان مسائل میں کسی مجتہد کے لئے فتویٰ دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان مسائل میں مکلفین کا بھی فریضہ یہ ہے کہ وہ علماء سے پوچھیں کہ اس مسئلہ میں آئمہ علیہم السلام کا عمل کیا تھا؟ مثلاً یہ کہ آئمہ معصومین علیہم السلام اذان کس طرح دیتے تھے؟ تشہد کس طرح پڑھتے تھے؟ جن مسائل میں آئمہ علیہم السلام کی حیات مبارکہ میں سے عملی رہنمائی موجود ہے ان میں اگر کوئی مجتہد اپنا فتویٰ دیتا ہے تو غلط کرتا ہے۔

دوسری قسم کے مسائل یعنی متغیرات، جن میں معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ میں سے کوئی عملی رہنمائی موجود نہیں ہے، ان میں فقیہ قرآن وسنت میں بیان شدہ کلی ضوابط کی روشنی میں فتویٰ دے سکتا ہے لیکن اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ فتویٰ کے ساتھ دلیل کا بھی ذکر کرے تاکہ امت اندھی تقلید کی بیماری سے محفوظ رہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرماتے تھے:

اِذَا حَدَّ ثْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاسْئَلُوْنِيْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ

''جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو مجھ سے پوچھا کرو کہ قرآن میں اس کی دلیل کیا ہے''۔

(الکافی: جلد1: کتاب العقل باب21، حدیث5)

تعجب کی بات ہے کہ امام تو اپنے اصحاب اور شاگردوں کو یہ سبق دے رہے ہیں کہ ان سے دلیل طلب کیا کریں جبکہ مراجع کہتے ہیں کہ ہماری تقلید کرو اور دلیل طلب نہ کرو اور اگر کوئی ان سے دلیل طلب کرلے تو اس کی شامت آجاتی ہے۔

احتیاط جائز ہے:

مسئلہ1۔ يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِالْاِحْتِيَاطِ وَلَوْ كَانَ مُسْتَلْزِماً لِلتَّكْرَارِ عَلَى الْاَقْوٰى.

ترجمہ: بنابراقویٰ احتیاط پر عمل جائز ہے اگرچہ ایسا کرنا کسی عمل کو دہرانے کا موجب بنے۔

تحقیق: احتیاط یہ ہے کہ انسان اپنی عبادات اور دینی فرائض کے حوالے سے ایسا طرز عمل اپنائے کہ اسے یقین حاصل ہو جائے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

مثال کے طور پر ایک فقیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ چار رکعتی نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تین بار تسبیحات اربعہ کا پڑھنا واجب ہے۔ دوسرے فقیہ کا فتویٰ ہے کہ ایک بار پڑھنا واجب ہے اور تین بار پڑھنا مستحب ہے۔ ایسی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ پہلے فقیہ کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس صورت میں ان دونوں فتووں پر عمل ہو جاتا ہے اور مکلّف کو یہ اطمینان اور یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے کیونکہ اس طرح اس نے پہلے فتویٰ کے واجب اور دوسرے فتویٰ کے واجب اور مستحب دونوں پر عمل کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ صرف ایک بار پڑھے تو یہ اطمینان اور یقین حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہو کہ تین بار پڑھا جائے۔

لیکن بعض صورتوں میں احتیاط کا امکان نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر ایک فقیہ کا فتویٰ یہ ہو کہ زمانہ غیبت میں نماز جمعہ واجب ہے اور دوسرے کا فتویٰ یہ ہو کہ زمانہ غیبت میں نماز جمعہ حرام ہے تو اس صورت میں احتیاط کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ان میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے گا دوسرے کی مخالفت لازم آئے گی۔ یہاں مکلّف کا فریضہ یہ ہوگا کہ ان دونوں میں سے احسن قول کو تلاش کر کے اس پر عمل کرے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

کچھ صورتوں میں احتیاط کا تقاضا ہے کہ عمل کا تکرار کیا جائے۔ بعض اوقات اس میں بہت مشکل صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ قم میں طالبعلمی کے دور میں ہمارے ایک دوست نے جب نماز قصر کے بارے میں آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ) کے فتویٰ اور ان کے مضبوط دلائل کو دیکھا تو اسے رد کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اسی طرح فقہاء میں مشہور فتویٰ کو ترک کرنے کی بھی جرأت نہ پائی تو انہوں نے احتیاط کا یہ انداز اپنایا کہ دوران سفر چار رکعتی نماز دو بار پڑھتے تھے، ایک بار قصر اور ایک بار پوری۔ لیکن روزے میں صورتحال مشکل ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ یہ ممکن نہ تھا کہ روزہ رکھا بھی جائے اور ترک بھی کیا جائے۔ کچھ عرصہ تو انہوں نے نماز کے معاملہ میں یہ احتیاط جاری رکھی اور اس دوران اس موضوع پر ہمارے ساتھ ان کا مباحثہ بھی جاری رہا اور وہ اس مسئلہ پر تحقیق بھی کرتے رہے۔ آخرکار آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ) کے فتویٰ کے قائل ہو گئے۔

اسی طرح میں ایک ایسے نوجوان کو جانتا ہوں جس کی والدہ سنی اور والد شیعہ تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابتدا میں کبھی وہ شیعہ طریقے سے نماز پڑھ لیتا اور کبھی سنی طریقے سے۔ پھر اسے خیال آیا کہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کونسا طریقہ صحیح ہے تو اس نے احتیاط شروع کر دی۔ اب وہ وضو بھی دونوں طریقوں سے کرتا اور ہر نماز بھی دو بار پڑھتا، ایک بار شیعہ طریقے کے مطابق اور ایک بار سنی طریقے کے مطابق۔ کچھ عرصہ تو وہ اس احتیاط پر عمل کر سکا لیکن جلد ہی اس کے لئے بہت سے مسائل کھڑے ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ جہاں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد پانچ وقت کی نماز بھی پابندی سے ادا نہیں کرتی وہاں ہر نماز کو دو بار ادا کرنا ایک بہت کٹھن کام تھا۔ دوسرا یہ کہ اس کے اندر فرض کی ادائیگی کا یقین پیدا ہونے کی بجائے اس کے شک وشبہ میں اضافہ ہوتا گیا کہ ان دونوں میں سے کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ تیسرا یہ کہ اس کے گھر والوں اور دوستوں نے اس کے اس طرز عمل پر اسے طعن وتشنیع اور مذاق کا نشانہ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا شک وسوسہ میں تبدیل ہو گیا، پھر وسوسہ شدت اختیار کر کے نفسیاتی بیماری کی شکل اختیار کر گیا۔ رفتہ رفتہ بیماری شدید تر ہوتی گئی اور اس کی زندگی عذاب بن گئی۔ اس نے سرے سے ساری عبادات ترک کر دیں اور نفسیاتی کرب سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہیروئین کے نشہ پر لگ گیا اور آخر کار نشے کی ایک بڑی خوراک لینے کی وجہ سے زندگی کی بازی ہار گیا۔

احتیاط کے بارے میں ایک اہم بات قابل ذکر ہے کہ اگرچہ فقہاء یہ کہہ تو دیتے ہیں کہ مکلّف پر لازم ہے کہ یا مجتہد ہو یا محتاط ہو یا مکلّف، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ احتیاط بہت مشکل ہے اور صرف وہی لوگ اس راہ کو اختیار کر سکتے ہیں جو بہت زیادہ علم رکھتے ہوں اور احتیاط کے مقامات سے آگاہ ہوں۔ اس طرح وہ عملی طور پر احتیاط کا راستہ بند کر کے صرف اجتہاد اور تقلید کی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حوزہ ہائے علمیہ میں فقہاء کا ایک گروہ یہ کام کرتا کہ موارد احتیاط کو جمع کر کے ان میں کی جانے والی احتیاط کا ذکر کر کے ان لوگوں کی رہنمائی کر دیتا جو احتیاط کی راہ پر چلنا چاہتے ہوں۔

احتیاط یقیناً ایک محفوظ راستہ ہو سکتا ہے اگر اسے عقلمندی اور احتیاط کے ساتھ اپنایا جائے۔ احتیاط کے بارے میں مزید گفتگو صفحہ 79 پر آ رہی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

☆☆☆

تقلید:

مسئلہ 2: اَلتَّقْلِيْدُ هُوَ الْعَمَلُ مُسْتَنِداً اِلیٰ فَتْویٰ فَقِيْهٍ مُعَيَّنٍ، وَ هُوَالْمَوْضُوْعُ لِلْمَسْاَلَتَيْنِ الآتِيَتَيْنِ، نَعَمْ مَا يَكُوْنُ مُصَحِّحاً لِلْعَمَلِ هُوَ صُدُوْرُهُ عَنْ حُجَّةٍ كَفَتْویٰ فَقِيْهٍ وَ اِنْ لَّمْ يَصْدُقْ عَلَيْهِ عَنْوَانُ التَّقْلِيْدِ،وَ سَيَاْتِيْ اَنَّ مُجَرَّدَ اِنْطِبَاقِهٖ عَلَيْهِ مُصَحِّحٌ لَهٗ.

ترجمہ: تقلید ایک معین فقیہ کے فتویٰ پر عمل کرنے کا نام ہے اور اس معنی میں تقلید بعد کے دو مسئلوں کا موضوع ہے۔ البتہ وہ چیز جس پر عمل کے صحیح ہونے کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ عمل حجت کی بنیاد پر انجام دیا جائے جیسا کہ فقیہ کا فتویٰ بھی یہی حیثیت رکھتا ہے اگر چہ اس پر تقلید کا عنوان صادق نہ آئے۔ لہٰذا عنقریب بیان کیا جائے گا کہ صرف عمل کا فقیہ کے فتویٰ کے مطابق ہونا اس کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔

تحقیق: اس فتویٰ میں جو بات تشریح طلب ہے وہ ہے تقلید کے معنی۔ تقلید کے معنی پر ہم تین پہلوؤں سے روشنی ڈالیں گے۔

تقلید کے لغوی معنی:

لغوی لحاظ سے تقلید قلادہ سے ماخوذ ہے۔ قلادہ اس پٹے (Collar) کو کہا جاتا ہے جو جانور کے گلے میں ڈالا جاتا ہے، جس کے ساتھ کوئی رسی یا زنجیر وغیرہ باندھ کر اس جانور کو پیچھے چلایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تقلید کے معنی ہوں گے اپنی گردن میں کسی کی اطاعت کا پٹا ڈالنا۔ جس طرح جانور بغیر سوچے سمجھے اس شخص کے پیچھے چل رہا ہوتا ہے جو اس کی گردن میں پٹا ڈال کر اسے چلا رہا ہو اسی طرح سوچے سمجھے بغیر، اپنی عقل و دانش کو استعمال کیئے بغیر کسی کے پیچھے اندھا دھند چلنے کو تقلید کہتے ہیں۔ (معجم الوسیط 754:2)

علم التعلیم کی اصطلاح میں تقلید کے معنی:

علم التعلیم کی اصطلاح میں تقلید سے مراد یہ ہے کہ کسی کو کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی نقالی کرنا اور اس طرح سے سیکھنا۔ مثال کے طور پر ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہونے والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچہ محرم کے ایام میں اپنے ماں باپ کو نوحے پڑھتے اور ماتم کرتے دیکھتا ہے، یا حسینؑ یا حسین کہتے دیکھتا ہے تو وہ بھی ان کی نقالی کرنے لگتا ہے اور پھر یہی اس کے ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے۔ ایک سنی گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے ماں باپ کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو یہ جان لیتا ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہاتھ باندھتے ہیں۔ ہر انسان اپنے خاندان اور معاشرے کو دیکھ کر ان کی نقالی کر کے بہت سی باتیں سیکھتا ہے جو آخر کار اس کے ذہن میں پختہ اور راسخ ہو جاتی ہیں۔ انگریزی میں اس طرح سے علم حاصل کرنے کو (imitation) یا (copying) کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن میں ہر شخص تقلید ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی بھی زبان کے حروف تہجی۔ کوئی شخص کتنا بڑا مجتہد بن جائے الف ب ت میں وہ تقلید ہی کرے گا۔ وہ عربی زبان کا کتنا بڑا ادیب اور شاعر بن جائے، وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا اجتہاد یہ ہے کہ ب کو الف سے پہلے آنا چاہیے اور ب کی شکل ج ہونی چاہیے۔ اس معاملہ میں تقلید ہی کرنی ہو گی۔ But کو بَٹ (ب پر زبر کے ساتھ) اور Put کو پُٹ (پ پر پیش کے ساتھ) ہی کہنا ہو گا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے تحقیق کی ہے اور میری تحقیق اور اجتہاد کے مطابق Put کو پَٹ کہا جائے گا۔ ان مسائل میں ہر ایک کو تقلید ہی کرنی ہو گی۔

فقهی اصطلاحی معنی :

فقہی اصطلاح میں تقلید کے معانی مختلف علماء نے مختلف الفاظ میں بیان کیئے ہیں جن میں سے ایک وہ ہیں جو اس فتویٰ میں بیان ہوئے ہیں کہ تقلید کسی معین فقیہ کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔ آیت اللہ محمد فاضل لنکرانیؒ نے تفصیل الشریعہ کے نام سے تحریر الوسیلہ کی جو شرح لکھی ہے اس میں اس فتویٰ کی تشریح کرتے ہوئے تقلید کے مختلف معانی بیان کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

اَلتَّقْلِیْدُ هُوَ قُبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِلا دَلِیْلٍ

''تقلید کسی دوسرے کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنے کو کہتے ہیں۔''

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس سے پہلے یہ کہا گیا کہ جو شخص مجتہد یا محتاط نہیں ہے تقلید کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بغیر اس کے اعمال باطل ہیں۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ تقلید یہ ہے کہ آپ کسی خاص مجتہد کو معین کرلیں اور پھر اس کی بات کو دلیل طلب کیئے بغیر آنکھیں بند کرکے مانتے چلے جائیں۔ اپنے دین کی ساری عمارت اس کے فتاویٰ کی بنیاد پر تعمیر کرتے چلے جائیں۔ ایسا نہیں کریں گے تو آپ کے تمام اعمال باطل ہوں گے۔

لیکن اگر قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے مزاج کو دیکھا جائے تو اس قسم کی تقلید کی اسلام میں سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

قرآنی ھدایت ۔ قول احسن کی اتباع:

قرآن شریف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتے بلکہ مختلف اقوال اور آراء میں سے بہترین قول اور بہترین رائے کو تلاش کرکے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ قرآن مجید ایک حقیقی مومن کی تصویر اس طرح پیش کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (سورۂ زمر:17-18)

ترجمہ : ''جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کرکے اللہ کی طرف رجوع کیا، اُن کیلئے بشارت ہے۔ پس (اے رسول) بشارت دیجیے میرے ان بندوں کو جو ہر بات کو سنتے ہیں، پھر ان میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی صاحبانِ عقل ہیں''۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

1۔ انسانوں کے دو گروہ ہیں: ایک طاغوت کی عبادت کرنے والے اور دوسرے طاغوت کی عبادت سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔

2۔ اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جو ہر بات کو سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین بات یعنی قولِ احسن کی اتباع کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کے بندوں میں اتنی دانش اور بصیرت ہوتی ہے کہ وہ مختلف باتوں میں سے بہترین بات کی شناخت کرنے کی صلاحیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتے ہیں۔ جو یہ صلاحیت نہیں رکھتے یا صلاحیت رکھنے کے باوجود بہترین بات یعنی قول احسن کی اتباع نہیں کرتے وہ اللہ کے بندے نہیں بلکہ طاغوت کے بندے ہیں۔

3۔کامیابی اور نجات کی بشارت انہی بندوں کو ہے جو قولِ احسن کو تلاش کر کے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ جو ایسا نہیں کرتے ان کے لئے کامیابی اور نجات کی کوئی بشارت نہیں ہے۔

4۔ جو لوگ قول احسن کی تلاش کر کے اس کی اتباع کرتے ہیں اللہ نے انہی کو ہدایت کی دولت سے نوازا ہے۔ پس جو قول احسن کی تلاش اور اس کی اتباع نہیں کرتے وہ ہدایت پر نہیں بلکہ گمراہ ہیں۔

5۔ جو قول احسن کی تلاش کر کے اس کی اتباع کرتے ہیں وہی صاحبان عقل ہیں۔ پس جو قول احسن کی تلاش نہیں کرتے اور قول احسن کی اتباع نہیں کرتے وہ اہل عقل کے زمرے میں نہیں آتے ،ان کا شمار بے عقلوں میں ہوگا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس آیت میں سننے کے لئے یَسْتَمِعُوْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی میں سننے کے لئے دو لفظ استعمال کیئے جاتے ہیں: سماع اور استماع۔ سماع سے یَسْمَعُوْنَ اور استماع سے یَسْتَمِعُوْنَ ۔ اردو میں دونوں کا ترجمہ اگرچہ ایک ہے لیکن عربی میں ان دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ فرض کریں آپ بس میں سفر کر رہے ہیں۔ دوران سفر بس ڈرائیور بس میں گانے چلا دیتا ہے۔ آپ گانے نہیں سننا چاہتے مگر آپ کے نہ چاہنے کے باوجود گانے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہے اور آپ سن رہے ہیں۔ جب کوئی شخص اس طرح سے کسی بات کو سن رہا ہوتا ہے تو عربی میں کہتے ہیں: یَسْمَعُ

دوسری مثال لیجئے: آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں، اچانک مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے کوئی اعلان ہوتا ہے۔ مسجد فاصلے پر ہے اور آواز زیادہ واضح نہیں آ رہی ہے لیکن آپ اعلان سننا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے اردگرد موجود افراد سے کہتے ہیں، چپ ہو جاؤ.....، ٹی وی کی آواز کم کرو....، پھر آپ کان لگا کر، دھیان اور توجہ سے اعلان سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس طرح سے کسی بات کو سن رہا ہو تو عربی میں کہتے ہیں: یَسْتَمِعُ جس کی جمع یَسْتَمِعُوْنَ ہے۔

اس آیت میں اللہ کے بندوں کی یہ خصوصیت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ ہر بات کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

استماع کرتے ہیں۔انہیں کسی بات کا پتا چلے تو وہ غور سے اور اہتمام سے اسے سنتے ہیں، اسے صحیح طرح سے سمجھنے کی نیت اور ارادے سے سنتے ہیں۔ سنے بغیر کسی بات کو رد یا قبول نہیں کرتے۔ وہ کسی بات سے خوف زدہ نہیں ہوتے، خوب توجہ اور دھیان سے سنتے ہیں، قبول کیئے جانے کے قابل ہوتو اسے قبول کر لیتے ہیں اور قبول کیئے جانے کے قابل نہ ہوتو اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

اگر کسی مسئلہ پر مجتہدین کے درمیان ایک سے زیادہ آراء اور فتاویٰ موجود ہوں تو اس آیت کی رو سے طاغوت کی عبادت سے منہ موڑ کر اللہ کی عبادت کرنے والے اہل ہدایت اور صاحبان عقل بندگان خدا کسی ایک کی اندھا دھند تقلید کرنے کی بجائے یہ دیکھیں گے کہ ان کی آراء وفتاویٰ میں سے کونسا فتویٰ دوسرے فتاویٰ کی نسبت بہتر ہے۔ پھر جس فتویٰ کو وہ دوسرے فتاویٰ سے بہتر پائیں اس کی اتباع کریں گے۔ اس آیت کی روشنی میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ آپ سنی سنائی پر ایک خاص فقیہ کو معین کرلیں اور اپنے تمام دینی معاملات میں دلیل مانگے بغیر اس کی اندھا دھند تقلید کریں۔

اس مقام پر مروجہ تقلید کے طرفداروں کی طرف سے عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ ایک عام آدمی کے بس کی تو بات ہی نہیں کہ فقہاء کے مختلف اقوال کی چھان بین کرنے بیٹھ جائے اور ان میں سے بہترین کی تلاش کرکے اس کی اتباع کرے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ہم جو چاہیں سوچیں اور جو چاہیں کہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر کی اس آیت میں اپنی عبادت اور طاغوت کی عبادت، نیز اپنے بندوں اور طاغوت کے بندوں کی صفات بیان کردی ہیں۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمیں طاغوت کی بندگی کرنی ہے یا اللہ کا بندہ بننا ہے؟ اگر ہمیں اللہ کا بندہ بننا ہے تو ہمیں اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ، بشارت یافتہ اور صاحبان عقل بندوں کی وہ صفات پیدا کرنی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہیں۔ یہ صفات نہیں ہوں گی تو لامحالہ ان کی متضاد صفات ہمارے اندر پیدا ہو جائیں گی جو طاغوت کے بندوں کی صفات ہیں۔ یہاں اصل میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی جو صفات بیان کی ہیں ہمیں وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہیں یا نہیں؟

علماء اور فقہاء کی بنیادی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کی اس انداز میں اور اس سطح پر تربیت کریں کہ ان کے اندر یہ صفات پیدا ہو جائیں۔ مگر انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ شاید اس لئے کہ یہ ایک مشکل کام ہے۔ اس کی بجائے انہوں نے عوام کو اپنی اندھی تقلید پر لگا دیا جو ایک آسان کام ہے۔

قول احسن کا پیمانہ ؟

قول احسن کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کسی قول کے احسن ہونے یا نہ ہونے کا پیمانہ اور معیار کیا ہے؟ سورۂ زمر ہی کی آیت نمبر 23 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ

ترجمہ: اللہ نے بہترین بات (احسن الحدیث) نازل کی، ایک کتاب جس کے اجزاء ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور بار بار دہرائے گئے ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ پس قول احسن کے لئے ضروری ہے کہ وہ احسن الحدیث یعنی قرآن مجید کے مطابق ہو اور جن امور میں قرآن شریف میں تفصیلی رہنمائی موجود نہیں ہے ان میں سنت معصومین کے مطابق ہو۔ اس لئے کہ معصومین کی اطاعت کا حکم بھی قرآن نے ہی دیا ہے۔

اہل ایمان کا اس کتاب کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہوتا ہے اس کی تصویر آیت کے اگلے حصے میں اس طرح سے پیش کی گئی ہے:

تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ، وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ

ترجمہ: ''اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا''۔ (زمر:23)

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَتَعَلَّمُوۡا الۡقُرۡآنَ فَاِنَّهٗ اَحۡسَنُ الۡحَدِيۡثِ وَ تَفَقَّهُوۡا فِيۡهِ فَاِنَّهٗ رَبِيۡعُ الۡقُلُوۡبِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: قرآن کا علم حاصل کرو کہ یہ احسن الحدیث ہے اور اس میں تفقہ کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ 110)

امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو قرآن کا علم حاصل نہیں کرتے اور اس میں تفقہ نہیں کرتے ان کے دلوں میں خزاں ہوتی ہے۔

یہاں ایک اور اہم نکتے کا ذکر بھی نہایت مناسب ہے کہ سورۂ ملک کی دوسری آیت کی روشنی میں انسان کی خلقت کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

ترجمہ: تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے

کون احسن (سب سے بہتر) ہے۔ (ملک:2)

اس آیت کی رو سے زندگی کا مقصد اور اس زندگی میں ہماری اصل آزمائش یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبے میں عملِ احسن انجام دیں۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ عملِ احسن وہ ہوگا جو قولِ احسن کے مطابق ہوگا اور قولِ احسن وہ ہوگا جو احسن الحدیث یعنی قرآن کے مطابق ہوگا۔ اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے بندے کی زندگی کا مرکز اور محور قرآن مجید ہی ہوگا۔ علماء و فقہاء کی بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ مسلمان عوام کو احسن الحدیث یعنی کتاب اللہ کی اس طرح تعلیم دیں کہ وہ اس کی روشنی میں قولِ احسن کی تلاش اور اس پر عمل کرنے کے قابل ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔

یہاں یہ نکتہ بھی اہم اور قابل ذکر ہے کہ جب یہ طے ہو گیا کہ اتباع صرف قول احسن کی ہوگی تو پھر اس میں یہ کوئی قید یا شرط نہیں ہے کہ جس مجتہد کا فتویٰ قول احسن کے معیار پر پورا اترتا ہو وہ مرد ہو یا عورت، زندہ ہو یا مردہ، بالغ ہو یا نابالغ، آزاد ہو یا غلام۔ اگر ایک خاتون مجتہد علم اور تقویٰ میں دیگر تمام مجتہدین سے برتر ہو اور اس کا فتویٰ احسن الحدیث یعنی قرآن مجید کی روشنی میں دوسرے مجتہدین کے فتاویٰ کی نسبت بہتر یعنی قول احسن ہو تو اس کی اتباع واجب ہو جائے گی۔ اس لئے کہ قول احسن کی برتری اور حاکمیت کسی بھی صورت میں ختم نہیں ہو سکتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اصولی طور پر ہم قول احسن کی اتباع کے مکلّف ہیں چاہے اس کا کہنے والا مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، زندہ ہو یا مردہ، بالغ ہو یا نابالغ۔

آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طباطبائی رضوان اللہ علیہ مستمسک عروۃ الوثقی میں مرجع تقلید کے مرد، بالغ، آزاد، حلال زادہ ہونے کی شرائط کا ذکر کرنے کے بعد اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان شرائط پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء صرف عورت ہی نہیں بلکہ مخنث کی تقلید کو بھی جائز سمجھتے تھے، اس لئے کہ مرد ہونے کی شرط پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ان باتوں کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ بنائے عقلاء ہے۔ (جلد1: صفحہ 43)

بنائے عقلاء:

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو کام بنائے عقلاء کے خلاف ہو وہ خلاف عقل ہوتا ہے لہٰذا اسے نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ محض ایک مغالطہ ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب مجتہدین کسی مسئلے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ بر بنائے عقلاء یہ بات اس طرح ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس اس بات پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ معاشرے میں اہل عقل کا عمومی رویہ یہ ہے۔

ہر دور کے عقلاء، اس دور اور معاشرے کے حالات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مناسب روش اختیار کرتے ہیں۔ اسی روش کو بنائے عقلاء کہا جاتا ہے جو وقت اور حالات کے بدل جانے سے بدلتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی معاشرے میں بچیوں کی تعلیم کے لئے مناسب تعلیمی اداروں کی کمی ہو، سکول، کالج اور یونیورسٹی وغیرہ گھر یا گاؤں سے دور ہوں اور راستے غیر محفوظ ہوں تو ایسی صورت میں یا تو لوگ بچیوں کو سکول اور کالج نہیں بھیجیں گے یا اگر بھیجیں گے تو بہت دیکھ بھال کر اور ان کے باحفاظت آنے جانے کے موثر انتظامات کر کے بھیجیں گے۔ ان حالات کے لحاظ سے یہ بنائے عقلاء ہوگی۔

لیکن اگر ایسا دور آجائے کہ تعلیمی سہولیات عام ہو جائیں اور گھروں کے نزدیک تعلیمی ادارے موجود ہوں اور لڑکیوں کے آنے جانے میں کوئی خطرہ بھی موجود نہ ہو تو لوگ اپنی بچیوں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعلیم دلانے کے لئے بے خوف وخطر سکول اور کالج بھیجنا شروع کردیں گے۔اس دور کے حالات کے لحاظ سے بنائے عقلاء یہ ہوگی۔

خواتین کی تقلید:

اگرآج سے صدیوں پہلے جب شیعہ علما کا وجود ہروقت ظالم حکمرانوں کی طرف سے خطرات سے دوچار رہتا تھا اور مردوں کو بھی حصول علم کے آزادنہ اور محفوظ مواقع میسر نہیں تھے، اس دور میں خواتین کے لئے اعلیٰ سطح کی دینی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی امکان ہی موجود نہیں تھا۔ اس دور میں اگر بعض خواتین علم حاصل کرکے کسی مقام پر پہنچ بھی جاتی تھیں تو وہ کسی فقیہ کی بیوی، بیٹی، بہن، بھانجی یا بھتیجی ہوتی تھی جو گھر میں ہی باپ، بھائی، شوہر، ماموں یا چچا سے علم حاصل کرلیتی تھی۔اس دور میں جب لوگوں کو علمی رہنمائی لینے کی ضرورت پیش آتی تھی تو وہ باپ کی طرف رجوع کرتے تھے جو استاد ہونے کی حیثیت سے علم میں برتری بھی رکھتا تھا اور اس تک دسترس بھی آسان ہوتی تھی۔ یہ اس دور کے لوگوں کی بنائے عقلاء تھی۔لیکن جس دور میں خواتین کی دینی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بھی زیادہ ہوں،نشرواشاعت کی سہولیات زیادہ ہوجانے کی وجہ سے مردوں کی طرح خواتین کی کتب بھی ہرایک کی دسترس میں آسکتی ہوں،انٹرنیٹ کے ذریعے بھی ان کے فتاویٰ اور نظریات تک رسائی ہوسکتی ہو،تو اس صورت میں اگرکوئی خاتون قرآن وسنت کی بنیاد پر احکام اسلامی کے استنباط میں اپنے دور کے مرد فقہاء سے زیادہ باصلاحیت ہو اور تقویٰ میں بھی راسخ مقام رکھتی ہو تو اس صورت میں اس کا فتویٰ قول احسن کا مصداق ہوگا اور اس کی اتباع واجب ہوگی۔

بعض لوگ یہاں پر کج بحثی کرنے کے لئے یا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ کیا ماضی میں ایسی کوئی مثال موجود ہے کہ کوئی خاتون علم وتقویٰ میں ایسے مقام پر فائز ہوئی ہو کہ معاشرے میں موجود سب مرد فقہاء سے برتر ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ماضی میں جب مردوں کے لئے حالات غیر مساعد تھے تو خواتین کے لئے ایسے مواقع کہاں سے میسر آتے؟ ہمارے بہت سے علماء صرف مکتب اہل بیت سے تعلق رکھنے کی پاداش میں شہید کردیئے گئے۔لیکن موجودہ دور میں ایسی سہولتیں موجود ہیں اور خواتین نے متعدد مواقع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر اپنی صلاحیتوں کا لوہا بھی منوایا ہے۔اپنے ملک پاکستان میں ہی تعلیمی بورڈز اور یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج دیکھیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے تمام بورڈز اور یونیورسٹی امتحانات کے نتائج میں اول،دوم پوزیشن زیادہ تر لڑکیاں حاصل کرتی آ رہی ہیں۔

بہرحال قول احسن کی حاکمیت ہر حال میں قائم رہتی ہے اور کوئی قید یا شرط اس کی حاکمیت کو ختم نہیں کر سکتی۔جو فتویٰ بھی قول احسن کے معیار پر پورا اترتا ہو اس کی اتباع واجب ہو گی خواہ فتویٰ دینے والے میں مذکورہ شرائط موجود ہوں یا نہ ہوں۔

سورۂ زمر کی مذکورہ آیت کی روشنی میں اہل ایمان کا فرض یہ ہے کہ فقہاء کے مختلف اقوال اور فتاویٰ میں سے بہترین قول اور بہترین فتویٰ یعنی قول احسن کو تلاش کر کے اس کی اتباع کریں۔

درحقیقت دلیل کے بغیر کسی کی بات کو تسلیم کرنا اور پھر اس کی بات کو اللہ کے حکم کا درجہ دینا خود اس کو معبود کا درجہ دینے کے مترادف ہے اور یہی طاغوت کی عبادت ہے۔اس سلسلہ میں **امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی** قابل توجہ ہے:

مَنْ اَصْغیٰ اِلیٰ نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَہٗ فَاِنْ کَا نَ النَّاطِقُ یُؤَدِّی عَنِ
اللّٰہِ عزوجل فَقَدْ عَبَدَ اللّٰہَ وَ اِنْ کَانَ النَّاطِقِ یُؤَدِّیُ عَن
الشَّیْطَانِ فَقَدْ عَبَدَ الشَّیْطَانَ (الکافی-434:6)

ترجمہ: جس نے کسی کی بات سنی اور اس پر عمل کیا اس نے اس کی عبادت کر لی،پس اگر وہ بولنے والا اللہ کی طرف سے بول رہا ہو تو اس کی بات ماننے والے نے اللہ کی عبادت کی اور اگر وہ بولنے والا شیطان کی طرف سے بول رہا ہو تو اس نے شیطان کی عبادت کی۔

اس بحث کا اختتام ہم اس حدیث پر کرتے ہیں:

اَلْاِمَامُ الْبَاقِرُ(ع) فِیْ وَصِیَّتِہٖ لِجَابِرِبْنِ یَزِیْدَ جُعْفِیُ :...وَاعْلَمْ بِاَنَّکَ لَا تَکُوْنُ لَنَا وَلِیًّا حَتّٰی لَواجْتَمَعَ عَلَیْکَ اَھْلُ مِصْرِکَ وَقَالُوْا:اِنَّکَ رَجُلٌ سَوْءٌ لَّمْ یَحْزُنْکَ ذٰلِکَ. وَلَوْ قَالُوْا :اِنَّکَ رَجُلٌ صَالِحٌ لَّمْ یَسُرُّکَ ذٰلِکَ.وَ لٰکِنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَعْـرِضْ نَـفْسَکَ عَـلٰی کِتَـابِ اللّٰـهِ،فَـاِنْ کُـنْـتَ سَـالِکًـا سَبِیْلَـهٗ، زَاهِدًافِیْ تَـزْهِیْدِهٖ،رَاغِبًافِیْ تَرْغِیْبِهٖ،خَائِفًامِّنْ تَخْوِیْفِهٖ،فَاَثْبِتْ وَاَبْشِرْ،فَاِنَّهٗ لَا یَضُرُّکَ مَاقِیْلَ فِیْکَ.وَ اِنْ کُنْتَ مُبَایِنًا لِلْقُرْآنِ فَمَا الَّذِیْ یَغُرُّکَ بِنَفْسِکَ .

ترجمہ:

”حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن یزید جعفی کو اپنی وصیت میں فرمایا: تم اس وقت تک ہماری ولایت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اس حالت کو نہ پہنچ جاؤ کہ اگر تمہارے شہر کے لوگ جمع ہو کر تم سے کہیں کہ تم بہت برے شخص ہو تو اس بات سے تمہیں دکھ نہ ہو، اور اگر وہ کہیں کہ تم بہت نیک شخص ہو تو اس سے تمہیں خوشی نہ ہو۔ بلکہ کتاب اللہ کی روشنی میں اپنا جائزہ لو، اگر تم اس کی راہ پر چل رہے ہو، جن چیزوں سے اس نے منہ موڑنے کو کہا ہے ان سے منہ موڑے ہوئے ہو، جن چیزوں کی طرف اس نے تمہیں رغبت دلائی ہے تم ان میں راغب ہو، جن چیزوں سے اس نے تم کو ڈرایا ہے ان سے ڈرتے ہو تو اس حال پر ثابت قدم رہو اور تمہیں بشارت ہو، ایسی صورت حال میں تمہارے بارے میں کہی گئی کوئی بات تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی اور اگر تمہارا راستہ قرآن سے جدا ہے تو تم کس بات پر مغرور ہو“۔

(تحف العقول: ارشادات امام محمد باقر علیہ السلام)

ہم قارئین محترم کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایمانداری سے سوچیں کہ ان کا قرآن مجید سے وہ تعلق ہے جو سورہ زمر کی مندرجہ بالا آیت میں اور امام محمد باقر علیہ السلام کے اس فرمان میں بیان ہوا ہے؟ نیز اس بات پر بھی ضرور غور فرمائیں کہ اگر امام محمد باقر علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی پر عمل کیا جائے تو کیا موجودہ اندھی تقلید کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے؟ یا اگر موجودہ اندھی تقلید کی روش پر ثابت قدم رہا جائے تو کیا اس حدیث پر عمل کرنا ممکن رہتا ہے؟

علماء وفقہاء کا اصل فریضہ یہ تھا کہ مسلمان عوام کی اس طرح تعلیم و تربیت کرتے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان میں اہل ایمان والی وہ صفات پیدا ہو جاتیں جن کا قرآن مجید میں بار بار ذکر ہوا ہے اور ان کے اندر وہ کردار پیدا ہوتا جس کا امام محمد باقر علیہ السلام کے اس فرمان میں ذکر ہے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اپنا یہ فریضہ ادا نہیں کیا۔

حیرت اس بات پر ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام تو علم حاصل کرنے، قرآن میں اور دین کے علم میں تفقہ پر تاکید کر رہے ہیں مگر ''نائبین امام'' ہیں کہ ان خطوط پر قوم کی تربیت کرنے کی بجائے انہیں اپنی اندھی تقلید پر چلائے رکھنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔1؎

ایک مغالطہ اور اس کا جواب:

اس سلسلے میں ایک دلیل نما مغالطہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اگر تقلید نہ کی جائے تو ایک عام شخص کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام قرآنی آیات اور پچاس ہزار سے زائد احادیث کے وسیع ذخیرے کی چھان بین کر کے اپنے واجب وحرام کا علم حاصل کرے۔

اس مغالطہ کی بنیاد بھی یہ ہے کہ اس غلط بات کو صحیح سمجھ لیا گیا ہے کہ مکلّف یا مجتہد ہوگا یا مقلد اور اگر مقلد نہیں ہے تو پھر ضرور تمام قرآنی آیات اور پچاس ہزار احادیث کا خود مطالعہ کر کے واجب و حرام کا علم اجتہادی طور پر حاصل کرے۔اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ مکلّف پر صرف فروع دین کا علم حاصل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اصول دین کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے اور اصول دین

1؎ عام طور پر مشہور ہے کہ مجتہد نائب امام ہوتا ہے۔لیکن آپ کو یہ بات بہت دلچسپ لگے گی کہ بعض بزرگ اور نامور مجتہدین اس بات کے قائل رہے ہیں کہ مجتہد نائب عوام ہوتا ہے۔علامہ سید محمد حسینی تہرانیؒ اپنی کتاب اجتہاد وتقلید میں مجتہد کے فتویٰ کے حجت ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:''یہاں ایک مشکل پیش آتی ہے جس کے حل کے لئے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔وہ مشکل یہ ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اور فتویٰ صرف اس کے اپنے لئے حجت ہے۔پس یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس کا فتویٰ ایک عام شخص کے لئے حجت ہے؟ بالفاظ دیگر ایک عام شخص اور مفتی کے درمیان کیا واسطہ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نسبت ہے اور مفتی و مرجع میں عام آدمی کا کیا حصہ ہے؟........(جاری ہے)

کے علم میں تقلید کو سب ہی حرام ہی کہتے ہیں۔اصول دین کا علم حاصل کرتے وقت کیا ایک مکلّف پر لازم ہے کہ وہ عقیدتی فروعات سے متعلق سب آیات و احادیث کا تفصیل کے ساتھ گہرا تحقیقی مطالعہ کرے؟ کیا ہر مکلّف پر لازم ہے کہ وہ وجود خدا کے سارے عقلی و نقلی دلائل کا تفصیلی اور اجتہادی مطالعہ کرے؟ کیا ہر مکلّف کے لئے ایسا کرنا ممکن ہے؟ ظاہر سی بات ہے کہ ہرگز نہیں۔تو کیا اب اصول دین میں بھی تقلید کا حکم جاری ہوگا؟ پس اگر اصول دین کا علم اجتہاد اور تقلید دونوں کے بغیر،سب آیات اور ہزاروں احادیث کا تفصیلی مطالعہ کیئے بغیر حاصل کیا جا سکتا ہے تو فروع دین کا علم حاصل کرنے میں بھی یہ راستہ اپنایا جا سکتا ہے اور کسی بنیاد پر اسے بند نہیں کیا جا سکتا۔

اگر کہا جائے کہ یہ راستہ بند نہیں ہے لیکن عام آدمی کے لئے اس پر چلنا بہت مشکل ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ جن کے لئے مشکل یا بہت مشکل ہو وہ اس راستے پر نہ چلیں لیکن جو چل سکتے ہیں ان کی تو رہنمائی اور حوصلہ افزائی ضرور ہونی چاہیے اگرچہ وہ ہزار میں سے ایک شخص ہو۔نیز ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش ضرور کی جانی چاہیے کہ آئندہ آنے والی نسلوں میں زیادہ افراد اس راستے پر چل سکیں اور اندھی تقلید کا بتدریج خاتمہ ہو سکے۔

اللہ کا عدل اور تقلید:

تقلید کے حوالے سے ایک اور بات بہت اہم اور قابل توجہ ہے۔ہمارے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا قانون سب کے لئے

پس آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ انصاری قدس سرہ کے بعض اقوال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مجتہد احکام شرعی کے استنباط میں عام انسان کا نائب ہوتا ہے۔گویا عام انسان نے حکم شرعی کا استنباط کیا ہے لیکن خود نہیں بلکہ اپنے نائب کے ذریعے"۔ (اجتہاد و تقلید:صفحہ 85)

استنباط کے معنی ہیں قرآن و سنت کے دلائل سے شرعی احکام کو اخذ کرنا۔شیخ مرتضیٰ انصاریؒ کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر مکلّف پر فرض ہے کہ وہ خود قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں شرعی احکام کا استنباط کرے۔لیکن چونکہ عام آدمی خود ایسا نہیں کر سکتا لہٰذا مجتہد اس کی نیابت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اوراس کے نائب کے طور پر استنباط کرتا ہے۔یعنی مجتہد نائب عوام ہے۔

یکساں ہے۔اس کے پاس دہرے معیار نہیں ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ قیامت کے دن وہ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، یہودی، مسیحی وغیرہ کو تو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کر کے ان سے سوال کرے کہ تم نے امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام شافعی، اپنے ربی اور اپنے پوپ کی اندھی تقلید کیوں کی تھی اور شیعہ اثناعشری کو اپنے مراجع کی اندھی تقلید کرنے پر شاباش دے اور جنت میں داخل کر دے۔ جو لوگ بے گناہ افراد کو دہشت گردی اور خودکش حملوں میں قتل کر رہے ہیں آخر وہ بھی تو کسی کی تقلید کرتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں۔کیا قیامت کے دن ان کا یہ عذر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول ہوگا کہ ہم نے اپنے علماء کے حکم اور فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے یہ قتل اور خونریزی کی تھی؟ ایک معین فقیہ کی اندھی تقلید شیعہ کے لئے جائز ہے تو سب کے لئے جائز ہے۔دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے تو شیعہ کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

مولا علی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہمیں ضرور یاد رکھنا چاہیے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ يَرْضٰى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَ لَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

ترجمہ: اور جان لو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) کسی ایسی بات پر تم سے راضی نہیں ہوگا جس پر پچھلوں سے ناراض ہوا ہے اور کسی ایسی بات پر تم سے ناراض نہیں ہوگا جس پر پچھلوں سے راضی ہوا ہو۔ (نہج البلاغہ خطبہ 181)

ہمیں یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کسی کے گھر میں اللہ کی کتاب موجود ہو اور پھر اس کی زندگی میں کوئی فکر وعقیدہ وعمل اللہ کی کتاب کے خلاف ہو تو قیامت کے دن ایسا کوئی بہانہ اس کے کام نہیں آئے گا کہ میں نے فلاں عالم کے کہنے پر یہ فکر وعقیدہ وعمل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے اپنی کتاب کی بنیاد پر حساب لینا ہے۔

☆☆☆

قول احسن کی تلاش کے دو راستے:

قول احسن کی تلاش کے دو طریقے ہیں:

(1) مستقل اور تفصیلی (2) غیر مستقل اور اجمالی

ان دونوں طریقوں کی مختصر تشریح یہ ہے کہ مستقل اور تفصیلی طریقہ ان لوگوں کے لئے ہے جو علم و تحقیق کے میدان سے وابستہ ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت بھی ہے اور ان کے پاس وقت بھی ہے کہ اختلافی مسائل میں فقہاء کے اقوال کا قرآن مجید اور فرامین معصومین علیہم السلام کی روشنی میں تفصیل سے مطالعہ کریں اور قول احسن تک رسائی حاصل کریں۔

دوسرا طریقہ یعنی غیر مستقل اور اجمالی طریقہ ان لوگوں کے لئے ہے جو خود تفصیل کے ساتھ مجتہدین کے اقوال کا تقابلی مطالعہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ایسے افراد کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ قول احسن کیا ہے۔ قول احسن وہ قول ہے جو دیگر اقوال کی نسبت حق کے زیادہ قریب ہو۔

حق کی شناخت کے دو ذرائع ہیں: قرآن اور سنت۔ پس جو قول قرآن اور سنت کے زیادہ قریب ہوگا وہ قول احسن ہوگا۔ چونکہ آیت **فاسئلو اهل الذكر . . . .** میں نہ جاننے والوں کو **اهل الذكر** سے پوچھنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اور اسی آیت کے ذیل میں قرآن کو ذکر کہا گیا ہے لہٰذا مسلمانوں کے لئے **اهل الذكر** سے مراد وہ فقہاء ہوں گے جن کی فقہی تحقیقات کا مرکز، محور اور بنیاد قرآن کریم ہو۔ جن فقہاء کی فقہی تحقیقات کا مرکز، محور اور بنیاد قرآن مجید نہ ہو، بلکہ احادیث یا شہرت و اجماع ہوں وہ **اهل الذكر** کے زمرے سے ہی خارج ہوں گے اور ان سے سوال کرنا یا بعبارت دیگر ان کی تقلید جائز نہیں ہوگی۔ اس کے بعد **اهل الذكر** یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید کواپنی علمی تحقیقات میں مرکز،محوراور بنیادقرار دینے والے علماء وفقہاء میں سے جو شخص قرآن اور سنت میں دوسروں سے زیادہ مطالعہ اور تحقیق رکھتا ہو اور تقوی میں بھی پختہ ہو اور معاشرے کے حالات اور مسائل کا بھی صحیح ادراک رکھتا ہو،اس کا فتویٰ قول احسن کا مصداق قرار پائے گا۔اس لئے کہ قرآن وسنت کے علم میں دوسروں سے برتری اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ حق کو سمجھنے کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ رکھتا ہے جبکہ تقویٰ میں پختگی اوراعلیٰ مقام اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ جو حق اس نے قرآن وسنت کی روشنی میں پہچانا ہے اسے ایمانداری کے ساتھ بیان کرتا ہے اور معاشرے کے حالات اور مسائل کا صحیح ادراک اس بات کی ضمانت ہوگا کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کوان پر صحیح طرح سے منطبق کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔اگر کسی میں قرآن وسنت سے حق کو پہچاننے کی صلاحیت تو بہت زیادہ ہولیکن اس میں تقویٰ نہ ہو یا وہ تقویٰ میں کمزور ہوتو اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ جو حق اس نے قرآن وسنت سے پہچانا ہے اسے ایمانداری سے بیان نہ کرے اوراپنے ذاتی،اقتصادی،سیاسی،گروہی یا کسی بھی قسم کے دیگر مفادات کی خاطر حق کوصحیح طرح سے بیان کرنے کی بجائے خیانت سے کام لے اس طرح اس کی بات قابل اعتبار نہیں رہے گی۔ ایسے علماء کوہی علمائے سوء کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اگرکوئی فقیہ قرآن وسنت کے علم میں دوسروں سے برتر ہواورتقویٰ میں بھی خوب پختہ مقام رکھتا ہولیکن معاشرتی حالات ومسائل کا ادراک نہ رکھتا ہوتو وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو معاشرے پر منطبق نہیں کر سکے گا۔اس کی مثال اس ڈاکٹر جیسی ہوگی جس نے اپنا سلیبس تو بہت اچھی طرح سے پڑھا ہوا ہو،اناٹومی،فزیالوجی اور میڈیسن بھی خوب جانتا ہو، لیکن بیماری کی تشخیص صحیح طرح سے نہ کرسکتا ہو۔ظاہرسی بات ہے جب بیماری کی صحیح تشخیص نہیں کر سکے گا تو صحیح علاج بھی نہیں کر سکے گا۔اناٹومی،فزیالوجی اور میڈیسن میں اس کا علم کسی کام نہیں آسکے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسی طرح جو فقیہ قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیق کرتا ہو، اور فہم قرآن وسنت میں دوسرے مجتہدین اور فقہاء سے زیادہ باصلاحیت ہو اور تقویٰ میں بھی اعلیٰ مقام رکھتا ہو اور معاشرتی حالات اور مسائل کا بھی صحیح ادراک رکھتا ہو اس کا فتویٰ دیگر فقہاء کے فتاویٰ کی نسبت قول احسن ہوگا۔

پس جو شخص مستقل اور تفصیلی انداز میں قول احسن تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ اپنی بساط اور توانائی کے مطابق ایسے فقیہ کو پہچانے جو دیگر فقہاء کی نسبت قرآن وسنت سے احکام الٰہی کا استنباط کرنے میں زیادہ مہارت رکھتا ہو اور تقویٰ میں بھی اعلیٰ مقام رکھتا ہو اور معاشرتی مسائل وحالات کا بھی صحیح ادراک رکھتا ہو۔ ایسے فقیہ کو پہچان لینے کے بعد اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا بھی قول احسن کی اتباع کے زمرے میں آئے گا۔

اجمالی طریقے کی ایک اور صورت:

غیر مستقل اور اجمالی طریقے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جن امور میں مجتہدین کے فتویٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں عام طور پر دو ہی شقیں ہوتی ہیں۔ جیسے اہل کتاب پاک ہیں یا نجس؟ خمس تمام اموال پر واجب ہے یا صرف مال غنیمت پر،؟ نوٹوں پر زکات واجب ہے یا نہیں؟ ایسے سفر جن میں کوئی خوف وخطرہ نہیں ہے ان میں نماز قصر ہے یا نہیں؟ اہل کتاب عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ ان تمام مسائل میں ایک ہی شق درست ہوگی۔ ایسے مسائل میں مومنین کے لئے قول احسن کی اتباع کا طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں شقوں کے قائل علماء سے درخواست کریں کہ وہ اپنا نقطہ نظر قرآن وارشادات معصومین علیہم السلام کی روشنی میں سمجھائیں۔ پھر اپنے ایمان کی روشنی میں جو بات ان کو بہتر معلوم ہو (نہ کہ نفسانی خواہشات کی بنیاد پر) اسے اپنالیں اور اس کی اتباع کریں۔ ممکن ہے آپ یہ کہیں کہ ایک عام مومن کے لئے تو یہ ممکن نہیں ہے، یا بہت مشکل ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ جن کے لئے ممکن نہیں ہے وہ اس طریقے پر نہ جائیں اور جن کے لئے ممکن ہے وہ ضرور اس راستے کو اختیار کریں۔ ہم تعلیم یافتہ اور باشعور مومنین سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس راستے کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اختیار کریں اور کبھی کسی عالم یا مجتہد سے صرف فتویٰ لینے پر اکتفا نہ کریں۔اس لیئے کہ اللہ کے بندوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق قول احسن کو تلاش کریں اور اپنی عملی زندگی میں اس کی اتباع کریں۔

اندھی تقلید کے حامیوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور ڈاکٹر ہمیں جو دوا دے دیتا ہے ہم اس سے دلیل مانگے بغیر اس کے نسخے کے مطابق دوا لیتے ہیں۔سب عقلاء یہی رویہ رکھتے ہیں۔اسی اصول کی بنیاد پر علماء اور مجتہدین کی تقلید کرتے وقت بھی ان سے دلیل کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کمزور دلیل کا جواب یہ ہے کہ علم طب کا حاصل کرنا از روئے شریعت ہر انسان پر واجب نہیں ہے جبکہ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب عینی ہے جیسا کہ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔مزید یہ کہ انسان کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت کبھی کبھار پیش آتی ہے۔ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص نے ساری زندگی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔اس کے برعکس دین کا معاملہ یہ ہے کہ بالغ ہونے سے لے کر مرتے دم تک انسان کو ہر لحظہ، ہر قدم اور ہر مرحلے پر علم دین کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا عالم اور عام مؤمن کا رشتہ ڈاکٹر اور مریض کے رشتے جیسا نہیں بلکہ استاد اور شاگرد کا رشتہ ہے۔

یہاں یہ سوال بھی جواب طلب ہے کہ کیا دلیل کے بغیر فقہاء کی اندھی تقلید کرنا صرف شیعہ عوام پر واجب یا ان کے لئے جائز ہے یا دیگر تمام فرقوں کے عوام پر بھی یہ حکم لاگو ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر کوئی اہل سنت قرآن وحدیث کا مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کے علماء کا وضو میں پاؤں دھونے کا فتویٰ قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ جو کچھ اس نے قرآن وحدیث سے سمجھا ہے اس پر عمل کرے یا جو اس کے فقہاء نے کہہ دیا ہے اس پر عمل کرے؟ کیا اگر ایسا اہل سنت پاؤں کا دھونا ترک کر کے اس کا مسح کرنا شروع کر دے تو کیا اسے یہ مشورہ دینا صحیح گا کہ بھائی جو فتویٰ تمہاری فقہاء نے دیا ہے تم پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے نہ کہ اپنے فہم قرآن وحدیث پر عمل کرنا؟

بعض احباب کر طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اگر ہم کسی مجتہد سے کہیں کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جناب ہم تقلید یا اندھی تقلید نہیں کرنا چاہتے۔آپ ہمیں صرف فتویٰ نہ دیں بلکہ اس مسئلہ پر قرآن واحادیث کی روشنی میں ہمیں تعلیم دیں اور وہ مجتہد ہماری بات رد کر کے صرف فتویٰ دے اور اس بات پر اصرار کرے کہ ہم دلیل کے بغیر اس کے فتویٰ پر عمل کریں تو ایسی صورت میں کیا کرنا ہوگا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں ہمارا فرض بالکل واضح ہے کہ ایسے مجتہد،فقیہ یا عالم کی تقلید سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی ۔ بنیادی طور پر ہماری بھی ذمہ داری یہ ہے کہ قرآن واحادیث کی روشنی میں دین کا علم حاصل کریں اور علماء وفقہاء کا بھی یہی فرض ہے کہ وہ قرآن واحادیث کی روشنی میں لوگوں کو دین سکھائیں۔ جو عالم اپنے اس بنیادی فرض سے پہلو تہی کرتا ہے اس کی طرف رجوع کرنا ہی درست نہیں۔ وہ مرجع بننے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

حب دنیا:

مسئلہ 3: يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَرْجِعُ لِلتَّقْلِيْدِ عَالِماً مُجْتَهِداً عَادِلاً وَرِعاً فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، بَلْ غَيْرُ مُكِبٍّ عَلَى الدُّنْيَا، وَلا حَرِيْصاً عَلَيْهَا وَعَلىٰ تَحْصِيْلِهَا جَاهاً وَ مَالاً عَلَى الْاَحْوَطِ. وَ فِيْ الْحَدِيْثِ : فَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهٖ حَافِظاً لِدِيْنِهٖ مُخَالِفًا عَلىٰ هَوَاهُ مُطِيْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُوْهُ.

ترجمہ: مرجع تقلید کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم،مجتہد،عادل اور دین اسلام میں ورع اور تقویٰ رکھتا ہو۔ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ دنیا پر حریص نہ ہو،اس کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو،اور اسے مال ومنصب کے حصول کا ذریعہ نہ بناتا ہو،حدیث میں یوں آیا ہے: ''وہ فقیہ جو صیانت نفس کا حامل،دین کا نگہبان ہو،اپنی ہوائے نفس کا مخالف ہو اور اپنے مولا کے امر کا فرمانبردار ہو تو عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں۔''

تحقیق: دنیا کی حرص نہ ہونے کی شرط احتیاط واجب نہیں بلکہ واجب ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلابٌ (مصباح الشریعہ باب الزہد)

ترجمہ: دنیا ایک مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

اس ارشاد کے مطابق دنیا کا طالب کتا ہے۔حرص حد سے بڑھی ہوئی طلب کو کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ جب دنیا کا طالب کتا ہے تو دنیا کا حریص تو اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ دینی معاملات میں کتے یا اس سے بھی بدتر کسی چیز کی تقلید کی جا سکتی ہے؟ پس اگر کسی شخص میں حبِ دنیا نظر آئے تو اس کی تقلید حرام ہوگی۔ کسی عالم کا علم کم ہو لیکن اس کے دل میں دنیا کی محبت نہ ہو تو وہ اس عالم سے ہزارہا درجہ بہتر ہے جس کے پاس علم بہت زیادہ ہو لیکن دل دنیا کی محبت سے آلودہ ہو۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ مقلد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرجع تقلید کے بارے میں ذاتی طور پر یا پھر انتہائی معتبر ذرائع سے یہ جانتا ہو کہ وہ ان صفات کا حامل ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ سنی سنائی باتوں اور پروپیگنڈا مشینری کے استعمال سے تو کسی کی عظمت اور تقدس کی بہت سی کہانیاں ان کے مرید اور ارادتمند مشہور کر دیتے ہیں۔ ایران میں انقلاب کے بعد تو یہ بات عملی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کئی افراد جو مرجع تقلید کے مرتبہ تک پہنچ چکے تھے بعد میں ان کو نااہل قرار دے دیا گیا۔ اب اگر ان کو نااہل قرار دینا صحیح تھا تو اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نااہل لوگ مرجعیت کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ان کو نااہل قرار دینا صحیح نہیں تھا تو جن لوگوں نے انہیں ناجائز طور پر نااہل قرار دیا وہ خود غیر عادل اور نااہل ثابت ہو جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ نااہل افراد مرجعیت کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ ایسے میں ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کرے اور حتیٰ الامکان دیکھ بھال کر کسی ایسے مجتہد کی تقلید کرے جو واقعی ان صفات کا حامل ہو اور اس کا فتویٰ قول احسن کا مصداق ہو۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ **اما من کان من الفقھا**. . . . تو اس کے بارے میں ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں صفحہ:47)

مسئلہ عدول:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسئلہ 4: **يَجُوزُ الْعُدُولُ بَعْدَ تَحَقُّقِ التَّقْلِيْدِ مِنَ الْحَيِّ إِلَىٰ الْحَيِّ الْمُسَاوِيِّ وَ يَجِبُ الْعُدُوْلُ إِذَا كَانَ الثَّانِي أَعْلَمُ عَلَىٰ الْأَحْوَطِ.**

ترجمہ: وہ مقلد جس نے زندہ مجتہد کی تقلید کی ہو کسی دوسرے زندہ مجتہد کی طرف جو اس جیسا ہو عدول کرسکتا ہے۔ اگر دوسرا مجتہد اعلم ہو تو احتیاط واجب ہے کہ اسی کی طرف عدول کرے۔

تحقیق: عدول کے معنی ہیں ایک مجتہد کی تقلید ترک کر کے کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا۔ اگر دو یا دو سے زیادہ مجتہدین موجود ہوں اور قرآن کی بنیاد پر ان سب کی اجتہاد کی صلاحیت ایک جیسی ہو اور تقویٰ میں بھی راسخ اور پختہ مقام رکھتے ہوں اور معاشرتی مسائل اور حالات کا بھی بخوبی علم و ادراک رکھتے ہوں تو ان میں سے کسی کی بھی تقلید کی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ قول احسن ہونے کے لحاظ سے ان سب کا فتویٰ ایک جیسا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی تقلید ان میں تقسیم بھی کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں بھی مکلّف قول احسن کی اتباع کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اگر مکلّف کو معلوم ہو جائے کہ جس کی وہ تقلید کر رہا ہے، کوئی دوسرا اس سے اعلم اور اتقیٰ ہے، تو اس کی تقلید ترک کر کے دوسرے کی طرف عدول کرنا احتیاط واجب نہیں بلکہ واجب ہے۔ اس لئے کہ دوسرا جو اعلم اور اتقیٰ ہے اصولی طور پر اس کا فتویٰ قول احسن ہے اور قول احسن کی حاکمیت ہر حال میں قائم ہے۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر مکلّف عام مقلد نہ ہو بلکہ صاحب علم و تحقیق ہو اور تحقیق و مطالعہ کی بنیاد پر کسی خاص مسئلہ میں اس پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اعلم اور اتقیٰ کی نسبت کم تر علم اور تقویٰ والے مجتہد کا فتویٰ قرآن و سنت سے قریب تر ہے، تو اس صورت میں اعلم و اتقیٰ کے غیر احسن قول کی بجائے غیر اعلم کے قول احسن کی اتباع واجب ہوگی۔

اسی طرح اگر دو افراد کے علم اور تقویٰ میں مساوی ہونے کا یقین ہو اور کسی ایک کے اعلم ہونے کا گمان ہو تو اس صورت میں جس کے اعلم ہونے کا گمان ہے اس کی تقلید واجب ہوگی اس لئے کہ اس کے فتویٰ کے قول احسن ہونے کا گمان غالب ہے۔ اسی طرح اگر دونوں کے علم اور تقویٰ میں برابر ہونے کا یقین ہو اور ایک کے اتقیٰ ہونے کا گمان ہو تو اس کی تقلید واجب ہوگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر چہ فی الحال ایسا نہیں ہے لیکن اگر مستقبل میں ایسا ہو جائے کہ اجتہاد میں تخصص (Specialisation) کا انداز پیدا ہو جائے تو اس وقت ہر شعبے کے متخصص (Specialist) مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا۔ مثلاً ایک مجتہد نے اقتصادیات میں زیادہ تحقیق کی ہوئی ہے اور اقتصادیات کا ماہر ہے تو اقتصادی مسائل میں اس کا فتویٰ قول احسن ہوگا اور اقتصادی مسائل میں اس کی تقلید واجب ہوگی۔ دوسرے نے خاندانی مسائل میں زیادہ تحقیق کی ہے اور اسلام کے عائلی قوانین کا ماہر ہے تو خاندانی معاملات میں اس کا فتویٰ قول احسن ہے اور ان معاملات میں اس کی تقلید واجب ہوگی۔ تیسرے نے عبادات میں زیادہ تحقیق کی ہے اور ان کے مسائل میں ماہر ہے تو ان مسائل میں اس کا فتویٰ قول احسن ہوگا اور ان مسائل میں اس کی تقلید واجب ہوگی۔ قول احسن کی حاکمیت اور برتری ہر حال میں قائم ہے۔

مسئلہ 7: **يَجِبُ عَلَى الْعَامِّيِّ اَنْ يُقَلِّدَ الْاَعْلَمَ فِيْ مَسْئَلَةِ التَّقْلِيْدِ الْاَعْلَمِ، فَاِنْ اَفْتَىٰ بِوُجُوْبِهٖ فَلا يَجُوْزُ لَهٗ تَقْلِيْدُ غَيْرِهٖ فِيْ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِيَّةِ، وَ اِنْ اَفْتَىٰ بِجَوَازِ تَقْلِيْدِ غَيْرِ الْاَعْلَمِ تَخَيَّرَ بَيْنَ تَقْلِيْدِهٖ وَ تَقْلِيْدِ غَيْرِهٖ، وَلا يَجُوْزُ لَهٗ تَقْلِيْدُ غَيْرِ الْاَعْلَمِ اِذَا اَفْتَىٰ بِعَدَمِ وُجُوْبِ تَقْلِيْدِ الْاَعْلَمِ، نَعَمْ لَوْ اَفْتَىٰ بِوُجُوْبِ تَقْلِيْدِ الْاَعْلَمِ يَجُوْزُ الْاَخْذُ بِقَوْلِهٖ ،لٰكِنْ لَّا مِنْ جِهَةِ حُجِّيَّةِ قَوْلِهٖ بَلْ كَوْنِهٖ مُوَافِقاً لِلْاِحْتِيَاطِ.**

ترجمہ: وجوبِ تقلید اعلم کے مسئلے میں عام شخص کے لئے ضروری ہے کہ اعلم کی تقلید کرے۔ پس اگر فقیہ اعلم، اعلم کی تقلید کے وجوب کا فتویٰ دے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ فرعی مسائل میں غیر اعلم کی تقلید کرے۔ اور اگر وہ غیر اعلم کی تقلید کے جواز کا فتویٰ دے تو اس کی تقلید میں اور غیر اعلم کی تقلید میں اسے اختیار ہے۔ اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ غیر اعلم کی تقلید کرے جب کہ غیر اعلم، اعلم کی تقلید کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے۔ البتہ اگر غیر اعلم، اعلم کی تقلید کو واجب جانتا ہو تو اس کے فتویٰ پر عمل کیا جا سکتا ہے، اس لئے نہیں کہ اس کا قول حجت ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا قول احتیاط کے مطابق ہے۔

تحقیق: یہ مسئلہ بہت ہی عجیب مسئلہ ہے۔ استاد محترم آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد صادق تہرانی رضوان اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اس فتویٰ میں آپ کا مخاطب کون ہے؟ آپ کس کی رہنمائی فرما رہے ہیں؟ اگر آپ کا یہ فتویٰ آپ کے مقلدین کے لئے ہے تو وہ تو پہلے ہی آپ کی تقلید میں ہیں۔ اور اگر دوسروں کے مقلدین کے لئے ہے تو ان کے لئے آپ کے اس فتویٰ کی اتباع کیوں کر واجب ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کے پابند ہیں''۔

مزید یہ کہ منطق کی اصطلاح میں اس فتویٰ میں واضح دَور پایا جاتا ہے۔ اگر تقلید اعلم واجب ہے تو اس فتویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر تقلیدِ اعلم واجب نہیں ہے تو خود اس فتویٰ کی بھی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اصل بات ہی یہ ہو رہی ہے کہ اعلم کی تقلید واجب ہے یا نہیں۔ اور جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ اس مسئلہ میں اعلم کی تقلید واجب ہے۔ پس اگر اعلم کی تقلید واجب ہے تو جس دلیل کی رو سے اس مسئلہ میں اعلم کی تقلید واجب ہے اسی دلیل کی رو سے سب مسائل میں اس کی تقلید واجب ہے۔ اس کے برعکس اگر اس کی تقلید کا وجوب ثابت نہیں ہے تو اس مسئلہ میں کس بنیاد پر اس کی تقلید کو واجب سمجھا جائے۔

احتیاط واجب ھے !

مسئلہ 9۔ یَجِبُ عَلَی الْعَامِیِّ فِیْ زَمَانِ الْفَحْصِ عَنِ الْمُجْتَهِدِ اَوِ الْاَعْلَمِ اَنْ یَعْمَلَ بِالْاِحْتِیَاطِ، وَ یَکْفِیْ فِی الْفَرْضِ الثَّانِیِّ الْاِحْتِیَاطُ فِیْ فَتْوَی الَّذِیْنَ یَحْتَمِلُ اَعْلَمِیَّتَهُمْ بِاَنْ یَاْخُذَ بِاَحْوَطِ اَقْوَالِهِمْ.

ترجمہ: عام شخص کے لئے واجب ہے کہ اس پوری مدت میں جب وہ مجتہد یا اعلم کی تحقیق و جستجو میں ہے احتیاط پر عمل کرے۔ دوسری صورت میں اگر اسے اعلمیت کا چند افراد میں احتمال ہو تو جس کا فتویٰ احتیاط سے زیادہ قریب ہے اس پر عمل کرنا کافی ہے۔

تحقیق: اس فتویٰ میں دو نہایت اہم نکات بیان کیئے گئے ہیں:

(1) تقلید سے قبل اس بات کی تحقیق کی جائے کہ جس کی تقلید کرنی ہے وہ مجتہد ہو اور اعلم ہو۔

(2) جب تک مجتہد یا اعلم کے بارے میں تحقیق و جستجو کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے مکلّف پر واجب ہے کہ وہ احتیاط کرے۔

ان دو نکات میں سے پہلا نکتہ وہی ہے جس پر ہم پہلے ہی تفصیل سے بات کر چکے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ تقلید اندھادھند نہیں کرنی، نہ ہی سنی سنائی پر کرنی ہے۔ مکلّف کی اپنی ذمہ داری ہے کہ آنکھیں کھول کر تحقیق وجستجو کر کے مرجع تقلید کی شناخت کرے۔

دوسرے نکتے میں ایک بات بہت ہی قابل توجہ ہے۔ اس باب (باب تقلید) کے آغاز میں کہا گیا کہ مکلّف مجتہد نہ ہوتو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقلد ہو یا محتاط ہو بشرطیکہ وہ موارد ِاحتیاط کو جانتا ہو اور بہت کم لوگ موارد ِاحتیاط کو جانتے ہیں۔ پس عام شخص جو موارد احتیاط کو نہیں جانتا اس کا عمل تقلید کے بغیر باطل ہے۔ لیکن یہاں کہا جا رہا ہے کہ جب تک مجتہد یا اعلم کی شناخت کے بارے میں اس کی تحقیق کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ جاتی اس پر واجب ہے کہ وہ احتیاط کرے۔ سوال یہ ہے کہ عام شخص جو موارد ِاحتیاط کو نہیں جانتا وہ مرجع کی شناخت تک احتیاط کیسے کرے گا؟ اور اگر اس صورت میں احتیاط کر سکتا ہے تو یہ کہنے کے کیا معنی رہ جاتے ہیں کہ بہت کم لوگ موارد احتیاط کو جانتے ہیں۔ باب تقلید کے اس تضاد کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں سے ایک اور نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ چند مجتہد جن کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ اعلم ہیں، اگر مکلّف ان کے فتاویٰ کو سامنے رکھ کر اس قول پر عمل کر سکتا ہے جو احتیاط کے قریب تر ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ قول دیگر اقوال سے بہتر اور قولِ احسن کا مصداق ہے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں قولِ احسن کی حاکمیت ہر حال میں برقرار رہے گی، اگر کوئی مکلّف زحمت اور دشواری کے بغیر اسی روش کو جاری رکھ سکے تو اس پر واجب ہے کہ وہ ایسا ہی کرے تا کہ قول احسن کی اتباع احسن انداز میں ہوتی رہے۔

مسئلہ 10۔ **يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ الْمَفْضُوْلِ فِيْ الْمَسَائِلِ الَّتِيْ تُوَافِقُ فَتْوَاهُ فَتْوَى الْاَفْضَلِ، بَلْ فِيْمَا لايَعْلَمُ تَخَالُفَهُمَا فِيْ الْفَتْوَىٰ اَيْضاً.**

ترجمه: غیر اعلم کی تقلید ان مسائل میں جائز ہے جن میں اس کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کے مطابق ہو۔ بلکہ اگر یہ معلوم نہ بھی ہو کہ غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کے خلاف ہے تو غیر اعلم کی تقلید کی جا سکتی ہے۔

تحقیق: یہ فتویٰ بھی ان فتاویٰ میں سے ہے جنہیں عجیب وغریب فتاویٰ کہا جا سکتا ہے۔ سب مجتہدین کے بہت سے فتاویٰ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اگر آپ آیت اللہ الف کو اعلم سمجھ کر اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تقلید کررہے ہیں اور آیت اللہ ب جو کہ غیر اعلم ہے اس کے کچھ فتاویٰ آیت اللہ الف کے فتاویٰ جیسے ہیں تو ان مسائل میں آپ چاہیں یا نہ چاہیں آپ دونوں کے فتویٰ کے مطابق عمل کررہے ہیں۔اس سے پہلے ہم صفحہ 61 پر یہ بات تفصیل سے بیان کرچکے ہیں کہ اصل بات کسی شخص کی تقلید نہیں ہے بلکہ قول احسن کی اتباع ہے۔اگر غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور اعلم کا فتویٰ قول احسن ہے تو درحقیقت قول احسن کی اتباع ہورہی ہے خواہ آپ اعلم کی تقلید کریں یا غیر اعلم کی۔

اس فتویٰ کا دوسرا حصہ اور بھی عجیب ہے کہ ''ان مسائل میں جن میں معلوم نہیں کہ غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے فتوای کے خلاف ہے، غیر اعلم کی تقلید کی جاسکتی ہے''۔جب قرآن کی روشنی میں طے ہوگیا کہ اتباع صرف قولِ احسن کی ہوگی اور ایک ضابطے کی حیثیت سے یہ بھی طے ہوگیا کہ اعلم کا فتویٰ قول احسن کا مصداق ہے تو پھر غیر اعلم کی تقلید جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا فتویٰ قول احسن کا مصداق نہیں ہے۔ہاں اگر ثابت ہوجائے کہ کسی مسئلہ میں غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کی نسبت حق سے زیادہ قریب ہے، یعنی قول احسن ہے تو اس صورت میں اس کی تقلید واجب ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں اس کی تقلید ہی قول احسن کی اتباع ہوگی۔

مرحوم مجتہد کی تقلید:

مسئلہ 13۔ لایَجُوزُ تَقْلِیدُ الْمَیِّتِ اِبْتِدَاءً، نَعَمْ یَجُوزُ الْبَقَاءُ عَلیٰ تَقْلِیدِہٖ بَعْدَ تَحَقُّقِہٖ بِالْعَمَلِ بِبَعْضِ الْمَسَائِلِ مُطْلَقًا وَلَوْ فِیْ الْمَسَائِلِ الَّتِیْ لَمْ یَعْمَلْ بِهَا عَلَی الظَّاهِرِ، وَ یَجُوْزُ الرُّجُوْعُ اِلٰی الْحَیِّ الْاَعْلَمِ،وَالرُّجُوْعُ اَحْوَطُ، وَلا یَجُوْزُ بَعْدَ الرُّجُوْعِ اِلٰی فَتْوَیٰ الْمَیِّتِ ثَانِیاً، وَلا اِلیٰ حَیٍّ آخَرٍ کَذٰلِکَ اِلَّا الیٰ الاَعْلَمِ مِنْهُ، فَاِنَّهُ یَجِبُ عَلیٰ الْاَحْوَطِ،وَیُعْتَبَرُ الْبَقاءِ بِتَقْلِیْدِ الْحَیِّ، فَلَوْ بَقِیَ عَلیٰ تَقْلِیْدِ الْمَیِّتِ مِنْ دُوْنِ الرُّجُوْعِ اِلیٰ الْحَیِّ الَّذِیْ یُفْتِیْ بِجَوَازِ ذَالِکَ کَانَ کَمَنْ عَمِلَ مِنْ غَیْرِ تَقْلِیْدٍ.

ترجمہ :ابتدائی طور پر میت کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔اگرچہ تمام مسائل میں میت کی تقلید پر باقی رہنا بشرطیکہ (اس کی زندگی میں) بعض مسائل پر عمل کیا ہو، حتیٰ جن مسائل پر عمل نہیں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا، ظاہراً جائز ہے۔لیکن احوط یہ ہے کہ زندہ اعلم کی طرف رجوع کرنا جائز ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ زندہ مجتہد کی تقلید کے بعد میت کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے۔اسی طرح دوسرے زندہ مجتہد کی طرف، مگر یہ کہ وہ اس سے اعلم ہو، کیونکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اعلم کی طرف رجوع کیا جائے۔میت کی تقلید پر باقی رہنے کے مسئلہ میں زندہ مجتہد کی تقلید کرنا معتبر ہے لہٰذا اگر زندہ مجتہد کی طرف رجوع کیئے بغیر کہ جو میت کی تقلید پر باقی رہنے کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے، میت کی تقلید پر باقی رہے تو اس شخص کی مانند ہے جس نے بغیر تقلید کے عمل کیا ہے۔

تحقیق: یہ فتویٰ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر قرآن وسنت اور عقل و منطق سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں ایسا اشارہ تک نہیں ملتا جس کا مطلب یہ ہو کہ ''ابتدائی طور پر میت کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے''۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب:

اس مقام پر ایک اور مغالطہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ میت کی ابتدائی تقلید اس لئے جائز نہیں ہے کہ حدیث میں فقیہ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ انسان کسی مردہ کی طرف رجوع نہیں کرسکتا۔اس مغالطہ کا جواب تحریر الوسیلہ کے مسئلہ نمبر 21 میں موجود ہے جس میں فقیہ کا فتویٰ جاننے کے تین طریقے بیان کیئے گئے ہیں۔ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان خود مجتہد سے اس کا فتویٰ سنے، دوسرا یہ کہ اس کے نمائندے یا کسی قابل اعتماد شخص سے سنے، تیسرا یہ کہ اس کی ایسی کتاب سے پڑھے جو اغلاط سے پاک ہو۔پس اگر کسی مجتہد کا رسالہ توضیح المسائل آپ کی دسترس میں ہے اور آپ اس کا مطالعہ کر کے مسائل معلوم کر لیتے ہیں تو آپ فقیہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔علاوہ برایں جب کسی زندہ مجتہد کی اجازت سے کسی مرحوم مجتہد کی تقلید کی جائے تو وہاں یہ اعتراض کیوں نہیں اٹھایا جاتا کہ یہ تو مرحوم ہے اس کی طرف کیسے رجوع کیا سکتا ہے؟ مزید یہ کہ جب آپ کسی زندہ مجتہد کی تقلید کر رہے ہوتے ہیں تو کتنے مسائل میں خود ذاتی طور پر جا کر مجتہد سے مسئلہ پوچھتے ہیں؟ مجتہدین کے مقلدین میں سے لاکھوں بلکہ کروڑوں ایسے ہیں جنہوں نے ساری زندگی کبھی اپنے مجتہد کی شکل تک نہیں دیکھی۔وہ صرف ان کی کتاب کا مطالعہ کر کے یا کسی قابل بھروسہ فرد سے ان کا فتویٰ معلوم کر لیتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں اوراس کے مطابق عمل کر لیتے ہیں۔

ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اگر ہر انسان مرحوم مجتہد کی تقلید کرنے لگ جائے اور زندہ مجتہدین کی تقلید نہ ہوتو اس سے دینی مدارس اورحوزہ ہائے علمیہ کی رونق ختم ہو جائے گی۔

یہ دلیل بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اہلسنت نے چار اماموں کی تقلید معین کر کے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا۔ کیا ان کے دینی مدارس اور علمی مراکز بند ہو گئے؟ ہر گز نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر قول احسن کی پیروی کا اصول اپنا لیا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ دینی مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ کی رونق کم یا ختم نہیں ہو گی بلکہ ان کی رونق میں مزید اضافہ ہوگا۔ وہ اس طرح کہ ہر مجتہد اور محقق قول احسن تک رسائی کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت اور تحقیق کرے گا جس کے نتیجہ میں تحقیق کا معیار بھی بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا اور مجموعی طور پر قوم کی علمی اور فکری سطح میں بھی بلندی آتی رہے گی۔

بہر حال مجتہد میت کی ابتدائی تقلید کے ممنوع ہونے کا فتویٰ ان امور میں سے ایک ہے جن پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی قباحتیں ہیں۔

ذرا اس مثال پر غور فرمائیں:

زید اور عمرو ایک مجتہد آیت اللہ الف کی تقلید کرتے ہیں۔ آیت اللہ الف فوت ہو جاتے ہیں۔ زید کسی زندہ آیت اللہ کی اجازت سے مرحوم آیت اللہ الف کی تقلید پر باقی رہتا ہے جبکہ عمرو کسی زندہ مجتہد کی اجازت کے بغیر مرحوم آیت اللہ الف کی تقلید پر باقی رہتا ہے۔ اب زید اور عمرو ایک ہی طرح، ایک ہی مجتہد کے فتویٰ کے مطابق اپنی عبادات اور دیگر دینی اعمال کو انجام دے رہے ہیں۔ اگر اس آیت اللہ کا فتویٰ اللہ کے حکم کو بیان کر رہا ہے تو دونوں ہی اللہ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں۔ زیر بحث فتویٰ کے مطابق زید کے اعمال صحیح ہیں اور عمرو کے اعمال باطل ہیں۔ کون سی آیت اور کون سی حدیث کی رو سے؟ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے زید اور عمرو دونوں کے لئے الگ الگ قانون بنا رکھا ہے؟ دونوں آیت اللہ الف کی زندگی میں جب یہی اعمال انجام دیتے تھے تو دونوں کے اعمال درست تھے، اب زید کسی زندہ مجتہد کی اجازت سے وہی اعمال انجام دے رہا ہے تو اس کے اعمال درست ہیں اور عمرو کسی زندہ کی اجازت کے بغیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہی اعمال انجام دے رہا ہے تو اس کے اعمال درست نہیں ہیں۔اس بات پر کہ عمرو کے اعمال باطل ہیں قرآن وسنت میں کیا دلیل ہے؟

اس مسئلہ کو ایک اور پہلو سے اس طرح دیکھا جا سکتا ہے کہ آپ آیت اللہ الف کی تقلید کر رہے ہیں۔آیت اللہ الف کے فوت ہوجانے کے بعد آپ اس کی تقلید پر باقی رہ جاتے ہیں۔کچھ عرصے کے بعد آپ کا بیٹا بالغ ہوجاتا ہے۔اب اگر وہ آیت اللہ الف کے فتاویٰ پر عمل کرتے ہوئے اپنے دینی واجبات کو انجام دے تو اس کے اعمال کیوں صحیح نہیں ہیں؟ کیا اللہ کا حکم آپ کے لیئے اور ہے اور آپ کے بیٹے کے لیئے اور؟

دوسری بات یہ کہ یہ مسئلہ، مسئلہ نمبر 2 کے ساتھ واضح تضاد رکھتا ہے۔مسئلہ نمبر 2 میں کہا گیا ہے:''البتہ وہ چیز جس پر عمل کے صحیح ہونے کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ عمل حجت کی بنیاد پر انجام دیا جائے جیسا کہ فقیہ کا فتویٰ بھی یہی حیثیت رکھتا ہے، اگرچہ اس پر تقلید کا عنوان صادق نہ آئے۔لہٰذا عنقریب بیان کیا جائے گا کہ صرف عمل کا فقیہ کے فتویٰ کے مطابق ہونا اس کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔'' اب اس صورت میں عمرو کا عمل، زید کے عمل کی طرح مرحوم آیت اللہ الف کے فتویٰ کے مطابق ہے، لہٰذا مسئلہ نمبر 2 کی رو سے اسے صحیح ہونا چاہیے، لیکن یہاں کہا جارہا ہے کہ اس کے اعمال اس شخص کے اعمال کی طرح ہیں جو سرے سے کوئی تقلید نہیں کر رہا، یعنی اس کے اعمال باطل ہیں۔

لیکن اتباع قول احسن کے قرآنی اصول کی رو سے مکلّف پر لازم ہے کہ ہر حال میں، جہاں تک اس کی طاقت اور وسعت میں ہو، قول احسن کی تلاش اور اتباع کرے۔لہٰذا اگر مکلّف جانتا ہو کہ مرحوم مجتہد قرآن کی بنیاد پر تمام زندہ فقہاء سے اعلم تھا اور تقویٰ میں بھی راسخ تھا تو اس کا فتویٰ قول احسن کے معیار پر باقی ہے۔اس کی تقلید پر باقی رہنا واجب ہے اور کسی سے اجازت لینے کی بھی کوئی ضرورت سرے سے نہیں ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ اس مرحوم مجتہد کی ابتدائی تقلید بھی واجب ہوگی اس لئے کہ قول احسن کی برتری اور حاکمیت ہر حال میں قائم ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے۔اس سے پہلے صفحہ 8 پر امیر المومنین علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان ہوچکا ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَااخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ اِلَّا كَانَتْ اِحْدَا هُمَا الضَّلا لَةُ

ترجمہ: جب بھی دو دعوتیں (دو باتیں، دو پیغام، دو نظریات) ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی ہوگی۔ (نہج البلاغہ حکمت 183)

لہٰذا دو متضاد فتاویٰ کی تقلید کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ مثلاً ایک مجتہد کا فتویٰ ہے کہ اہل کتاب پاک ہیں۔ آپ اس مجتہد کی تقلید کر رہے ہیں اور اہل کتاب کو پاک سمجھ کر ان کے ساتھ معاشرت کر رہے ہیں۔ پھر اس مجتہد کا انتقال ہو جاتا ہے۔ آپ کسی زندہ مجتہد کی تقلید میں آ جاتے ہیں اور اس کا فتویٰ ہے کہ اہل کتاب نجس ہیں۔ اب آپ اہل کتاب کو نجس سمجھ کر ان سے معاشرت ختم کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد اس مجتہد کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور آپ ایک اور مجتہد کی تقلید میں چلے جاتے ہیں جو اہل کتاب کے پاک ہونے کا فتویٰ دیتا ہے۔ ایک بار پھر آپ اہل کتاب کو پاک سمجھ کر ان کے ساتھ معاشرت کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے ان دو متضاد باتوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ اللہ کا حکم تو ان دونوں میں سے ایک ہی ہوگا۔ دو متضاد باتیں اللہ کا حکم نہیں ہو سکتیں۔ یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا کہ کبھی آپ ان میں سے ایک کو اللہ کا حکم سمجھیں اور کبھی دوسری کو۔ یہ اللہ کے حکم کے ساتھ مذاق کرنے والی بات ہے کہ کچھ عرصہ آپ اہل کتاب کو پاک سمجھیں، پھر انہیں نجس سمجھنے لگ جائیں اور مزید کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پھر انہیں پاک سمجھنے لگ جائیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ آپ ایک مجتہد سے پوچھیں کہ مجھے فلاں مسئلہ درپیش ہے۔ اس مسئلہ میں اللہ کا حکم کیا ہے؟ وہ آپ کو اللہ کا حکم بتا دیتا ہے اور آپ اللہ کے حکم کی اطاعت شروع کر دیتے ہیں۔ اب اس مجتہد کے فوت ہو جانے سے کیا اللہ کا حکم بدل جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا دین مکمل ہو چکا ہے، اس کے احکام آ چکے ہیں، علماء و فقہاء کا کام لوگوں کو اللہ کے حکم سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی مجتہد کے مرنے سے اللہ کا حکم تبدیل نہیں ہوتا۔

مسئلہ 18۔ **اِذَا عَرَضَ لِلْمُجْتَهِدِ مَا يُوْجِبُ فَقْدَهُ لِلشَّرَائِطِ مِنْ فِسْقٍ اَوْ جُنُوْنٍ اَوْ نِسْيَانٍ يَجِبُ الْعُدُوْلُ اِلَى الْجَامِعِ لِهَا وَلَا يَجُوْزُ الْبَقَاءُ عَلٰى تَقْلِيْدِهٖ كَمَا اَنَّهٗ لَوْ قَلَّدَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ جَامِعاً لِلشَّرَائِطِ وَ مَضٰى عَلَيْهِ بُرْهَةً مِنَ الزَّمَانِ كَانَ كَمَنْ لَّمْ**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُقَلِّدُ اَصْلاً فَحَالُهُ حَالُ الْجَاهِلِ الْقَاصِرِ اَوِ الْمُقَصِّرِ

ترجمہ: اگر مجتہد کو کوئی ایسی چیز عارض ہو جائے جو شرائط کے مفقود ہونے کا باعث ہو جیسے فسق، دیوانگی یا فراموشی عارض ہو جائے تو مجتہد جامع الشرائط کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور اس کی تقلید پر باقی رہنا جائز نہیں ہے، جیسے اگر کوئی ایسے کی تقلید کرے جو جامع الشرائط نہیں تھا اور کچھ مدت بھی اسی طرح گزر جائے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے سرے سے تقلید ہی نہیں کی ہو، پس ایسا شخص جاہل مقصر یا جاہل قاصر کے مانند ہے۔

تحقیق: اگر کسی مجتہد کے ساتھ ان باتوں میں سے کوئی ایسی بات پیش آجائے جن کا اس مسئلہ میں ذکر ہے اور وہ مجتہد اس حادثے سے قبل علم اور تقویٰ میں دوسرے سب مجتہدین سے برتر اور افضل ہو، یا بعبارت دیگر اس کا فتویٰ قول احسن کے معیار پر پورا اترتا ہو، تو جن مسائل میں اس کا فتویٰ موجود ہے ان میں اسی کی تقلید واجب ہو گی۔ اس لئے کہ قول احسن کی حاکمیت کسی بھی صورت میں ختم نہیں ہو سکتی۔ ہاں جن مسائل میں اس کا فتویٰ موجود نہیں ہے اس میں اس کے بعد آنے والے اعلم و اتقیٰ کے فتویٰ کی اتباع واجب ہو گی۔ اس مجتہد کی تقلید جاری رکھنے کو ایسے مجتہد کی تقلید کی مانند سمجھنا جو سرے سے جامع شرائط نہیں تھا کسی طور پر درست نہیں ہے۔ اس کی تقلید جاری رکھنا مرحوم مجتہد کی تقلید سے مشابہت رکھتا ہے جس کے جواز پر بحث ہو چکی ہے۔

اجتہاد اور اعلمیت کی شناخت:

مسئلہ 19: **يَثْبُتُ الْاِجْتِهَادُ بِالْاِخْتِبَارِ وَبِالشِّيَاعِ الْمُفِيْدِ لِلْعِلْمِ وَبِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْخُبْرَةِ، وَكَذَا الْاَعْلَمِيَّةُ، وَلَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ مَنْ لَمْ يُعْلَمْ اَنَّهُ بَلَغَ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ وَ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ، كَمَا اَنَّهُ يَجِبُ عَلٰى غَيْرِ الْمُجْتَهِدِ اَنْ يُقَلِّدَ اَوْ يَحْتَاطَ وَ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَ قَرِيْباً مِنَ الْاِجْتِهَادِ.**

ترجمہ: اجتہاد یا اعلمیت مندرجہ ذیل طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔

الف۔ جانچ پرکھ۔

ب۔ ایسی شہرت جس سے علم حاصل ہو جائے۔

ج۔ دو عادل اہل خبرہ کی گواہی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیز ایسے عالم کی تقلید جائز نہیں کہ جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ درجہ اجتہاد تک پہنچا ہے یا نہیں، اگر چہ وہ اہل علم میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح اگر ایک شخص خود مجتہد نہ ہو اگر چہ عالم ہو اور اجتہاد کے قریب ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے تقلید کرنا یا پھر احتیاط پر عمل کرنا واجب ہے۔

تحقیق: اجتہاد اور اعلمیت کو جاننے کے ان تین طریقوں میں سے صرف پہلا طریقہ ہی صحیح اور معتبر ہے۔ دوسرا طریقہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ایسی شہرت جھوٹے پروپیگنڈے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ ذرائع ابلاغ بہت ترقی کر گئے ہیں جن کے پاس وسائل ہیں، وہ ان کا بھر پور استعمال کر کے، پیسے کا بے دریغ استعمال کر کے جھوٹے پروپیگنڈے سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر عوام کے سامنے پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ دور حاضر اس المیے کا گواہ ہے کہ کس طرح ایک غیر مجتہد کو حکومتی مشینری کے پروپیگنڈے کے زور سے نہ صرف مجتہد بلکہ مرجع تقلید بنا کر شیعہ عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ لہٰذا وہ اہل ایمان جن کی نظر میں ان کے دین، ایمان اور آخرت کی کوئی اہمیت ہے وہ اس سلسلے میں بہت احتیاط سے چھان بین کر کے ایسے مجتہد اور مرجع تقلید کو پہچانیں جس کا فتویٰ قول احسن کا مصداق ہو۔

تیسرا طریقہ، یعنی دو عادل اہل خبرہ کی گواہی، بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے اہل خبرہ کے معنی کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس لفظ کو خِبرہ بھی پڑھا جاتا ہے اور خُبرہ بھی۔ اس کے معنی ہیں کسی بھی چیز کے بارے میں اعلیٰ درجے کی آگاہی اور علم۔ اس طرح کسی بھی فن یا زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق اعلیٰ درجے کی آگاہی اور علم رکھنے والے شخص کو اس فن کا اہل خبرہ کہا جائے گا۔ زیر بحث مسئلہ میں اہل خبرہ سے مراد وہ علماء ہیں جو مجتہد، مجتہد اعلم اور مجتہد جامع الشرائط کی پہچان کے بارے میں اعلیٰ درجے کی آگاہی اور علم کے حامل ہیں۔ فارسی میں ایسے افراد کے لئے خبرگان کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مجتہد اور اعلم کی پہچان کا یہ طریقہ معتبر نہ ہونے کی چند وجوہات یہ ہیں:

اولاً یہ کہ ہر مجتہد کے پاس دو "عادل اہل خبرہ" کہیں نہ کہیں سے ہاتھ آ ہی جاتے ہیں۔

ثانیاً اس طریقہ میں ایک بہت بڑا اندرونی تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ جو مکلّف ایک جامع الشرائط

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجتہد کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دو عادل اہل خبرہ کو کیسے پہچانے گا؟ پہلے تو یہ پہچاننا مشکل ہے کہ کون اہل خبرہ ہے اور پھر یہ کہ وہ عادل ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں، ستر سے زائد اہل خبرہ پر مشتمل مجلس خبرگان نے متفقہ طور پر آیت اللہ حسین علی منتظریؒ کو آیت اللہ خمینیؒ کے جانشین کے طور پر منتخب کیا تھا اور اتنے ہی یا اس سے زیادہ تعداد میں اہل خبرہ نے مجلس خبرگان کے اس فیصلے کی تائید بھی کر دی مگر اکیلے آیت اللہ خمینیؒ نے ان کو نا اہل قرار دے کر معزول کر دیا۔ پس اگر آیت اللہ خمینیؒ کا ان کو معزول کرنا صحیح تھا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ستر سے زائد ''عادل اہل خبرہ'' کا متفقہ فیصلہ غلط تھا اور دوسرے اہل خبرہ جنہوں نے مجلس خبرگان کے اس فیصلے کی تائید کی تھی وہ بھی غلط تھے۔ پھر دو اہل خبرہ کس شمار و قطار میں آئیں گے؟ اور اگر دو عادل اہل خبرہ کی گواہی حجت ہے تو آیت اللہ خمینیؒ نے ستر سے زائد اہل خبرہ کے فیصلے اور اتنے ہی یا اس سے زیادہ اہل خبرہ کی تائید کو کیوں رد کیا؟ اگر دو عادل اہل خبرہ کی گواہی شرعی حجت ہے تو ستر ''عادل اہل خبرہ'' کا فیصلہ تو شرعی حجت سے پینتیس گنا بڑی حجت ہے۔ تائید کرنے والے اہل خبرہ کو بھی شامل کر لیں تو یہ ستر گنا سے بھی بڑی حجت بن جاتی ہے۔

مکلف خود ذمہ دار ہے :

فرض کریں دس مجتہد مرجع تقلید کے طور پر میدان میں موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس دو عادل اہل خبرہ کی گواہی بھی موجود ہے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس کسی نہ کسی حد تک اشتہاری مہم چلانے والی مشینری بھی دستیاب ہے۔ اگر دس مجتہدین میں سے ہر ایک کے پاس دو عادل اہل خبرہ کی گواہی موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل خبرہ کی کل تعداد بیس ہوگئی۔ اس طرح ان دس مجتہدین میں ہر ایک کے حق میں دو اہل خبرہ کی گواہی ہے جبکہ اٹھارہ اہل خبرہ کی گواہی اس کے خلاف ہے۔ آپ ان میں سے جس کی بھی تقلید کریں گے قیامت کے دن اس سوال کا جواب صرف اور صرف آپ کو دینا ہوگا کہ آپ نے اس ایک کی تقلید کیوں کی اور باقی نو کو کس بنیاد پر رد کیا؟ اس لئے کہ اس بات کا امکان بہر حال موجود ہے کہ جس کی آپ نے تقلید کی ہے وہ اس کا اہل نہ ہو اور جن کو آپ نے چھوڑ دیا ہے، تقلید کا اہل انہیں میں سے کوئی ہو۔

بنا بریں، مجتہد اور اعلم کو پہچاننا مکلّف کی اپنی ذمہ داری ہے اور اس میں تقلید کی گنجائش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہے۔اگر آپ کسی شخص کے کہنے پر کسی کی تقلید کر رہے ہیں تو دراصل آپ اس شخص کی تقلید کر رہے ہیں جس کے کہنے پر آپ کسی کی تقلید کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر اسی طرح سنی سنائی پر تقلید ہو رہی ہے۔

یہ بات بھی اہم اور قابل ذکر ہے کہ مکلّف کا ایسے فقیہ کی شناخت خود کرنا جس سے وہ اپنے دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کر سکتا ہو صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب سورہ توبہ کی آیت 122 کے حکم کے مطابق ہر معاشرے میں مقامی فقہاء پائے جاتے ہوں اور اس معاشرے کے عام مومنین کو ان تک براہ راست رسائی حاصل ہو اور وہ ان سے مل کر، ان سے بات چیت کر کے اور ان کے ساتھ معاشرت کر کے یہ جان سکتے ہوں کہ وہ علم اور تقویٰ میں کس مقام پر ہیں۔(تفصیل کے لیئے صفحہ 43 پر رجوع فرمائیں)

وہ اہل علم جو مجتہد نہ ہو یا قریب الاجتہاد ہو اس پر تقلید یا احتیاط میں سے کسی ایک کے واجب ہونے کا فتویٰ بھی درست نہیں ہے اور اس بات پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ایسا شخص یا کوئی بھی شخص اجتہاد، تقلید اور احتیاط تینوں کو ترک کر کے وہ راستہ اختیار کر سکتا ہے جو اصول دین میں اختیار کیا جانا واجب ہے۔اگر مجتہد، محتاط اور مقلد ہوئے بغیر اصول دین کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے تو فروع دین کا بھی کیا جا سکتا ہے۔فروع دین کا علم حاصل کرنے میں اس راستے کو بند کرنے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

اسی طرح اہل علم اور قریب الاجتہاد افراد سے یہ کہنا کہ بالکل جاہل کی مانند تقلید کریں، کسی طور پر قابل فہم نہیں ہے۔مثال کے طور پر ایک شخص نے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کیا ہوا ہے، اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہوئی ہے اور ایک یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کا صدر ہے۔مطالعہ اور تحقیق کے نتیجہ میں وہ کسی مسئلہ میں ایک تحقیقی رائے قائم کر لیتا ہے جو فقہاء کی عمومی سوچ سے مختلف ہے۔وہ فقہاء کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپ مجتہد نہیں ہیں لہٰذا آپ اپنی تحقیق اور مطالعہ کو رکھیں ایک طرف اور جو ہم نے کہہ دیا ہے آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کریں خواہ آپ کی نظر میں غلط ہی کیوں نہ ہو۔اس صاحب علم و تحقیق شخص سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ایک ان پڑھ دیہاتی کی طرح اندھی تقلید کرے ظلم نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے؟ کیا اسلام، عقل اور علم کی میزان میں اس رویے کی ذراسی بھی گنجائش ہے؟

تقلید کے بغیر عمل:

مسئلہ 24:**اِذَا عَلِمَ اَنَّهُ كَانَ فِيْ عِبَادَاتِهِ بِلا تَقْلِيْدٍ مُدَّةً مِنَ الزَّمَانِ وَ لَمْ يُعْلَمْ مِقْدَارُهُ فَاِنْ عَلِمَ بَكَيْفِيَّتِهَا وَمُوَافَقَتِهَا لِفَتْوَى الْمُجْتَهِدِ الَّذِيْ رَجَعَ اِلَيْهِ اَوْ كَانَ لَهُ الرُّجُوْعُ اِلَيْهِ فَهُوَ، وَاِلَّا يَقْضِيْ الْاَعْمَالَ السَّابِقَةِ بِمِقْدَارِ الْعِلْمِ بِالْاِشْتِغَالِ ، وَاِنْ كَانَ الْاَحْوَطُ اَنْ يَقْضِيَهَا بِمِقْدَارٍ يُعْلَمُ مَعَهُ الْبَرَائَةُ.**

ترجمہ: اگر مقلد نے ایک مدت تک بغیر تقلید کے عبادات انجام دی ہوں اور اس مدت کی مقدار نہ جانتا ہو پس اگر اسے یاد ہو کہ اس نے یہ اعمال کس طرح انجام دیئے ہیں اور یہ اعمال اس مجتہد کے فتویٰ کے مطابق ہوں کہ جس کی طرف اس نے رجوع کیا ہے یا رجوع کرسکتا تھا تو اس کی عبادت صحیح ہے وگرنہ گزشتہ اعمال کی وہ مقدار جن کا ذمہ میں ہونے کا اسے علم ہے ان کی قضا بجالانا واجب ہے اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس قدر قضا بجالائے کہ اسے اپنے بری الذمہ ہونے کا یقین حاصل ہوجائے۔

تحقیق: بغیر تقلید کے عمل کرنے کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔ جو شخص وضو، غسل، طہارت، نماز، روزہ اور دیگر عبادات انجام دیتا ہے تو لامحالہ کسی نہ کسی سے سیکھ کر ہی یہ سب اعمال انجام دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس نے ان تمام عبادات کے مسائل اور ان کو ادا کرنے کے طریقے اپنے والد یا کسی اور بزرگ سے سیکھے ہوں، یا محلے کی مسجد کے مولوی صاحب سے سیکھے ہوں۔ اگر والد یا کسی بزرگ سے سیکھے ہوں یا کسی مولوی صاحب سے سیکھے ہوں تو لامحالہ وہ کسی نہ کسی کی تقلید میں ہوں گے اور انہوں نے اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کے مطابق اسے یہ مسائل سکھائے ہوں گے۔ اب یہ شخص تقلید ہی کررہا ہے، یہ اور بات ہے کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس کی تقلید کررہا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے سرے سے تقلید کا لفظ بھی معلوم نہ ہو لیکن اس کے باوجود وہ تقلید ہی کررہا ہے۔ ہاں اگر فقیہِ معین کی تقلید کرنا تقلید کا لازمی جزو ہو، جو کہ نہیں ہے، تو پھر اس تعریف کے مطابق وہ تقلید نہیں کررہا۔ لیکن حقیقت میں وہ تقلید ہی کررہا ہے۔

اگر کبھی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ اس کے اعمال صحیح ہیں یا نہیں تو اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورت میں اپنے اعمال کا کسی مستند عالم کی رہنمائی میں جائزہ لے لے۔ اگر وہ اس کے اعمال کو صحیح پائے تو اس کے اعمال کو صرف اس بنیاد پر باطل قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس نے کسی معین فقیہ کی تقلید نہیں کی ہوئی تھی۔ اگر اس دوران اسے معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال درست نہیں تھے اور یہ کہ اس کے اس جاہلانہ طرز عمل میں اس کی دانستہ کوتاہی کا بھی عمل دخل ہے تو اس صورت میں اسے حتی الامکان اپنے اعمال کو دوبارہ صحیح طرح سے انجام دینا ہوگا۔ لیکن اگر وہ دیکھے کہ اپنے طور پر اس نے علم حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن اس کے باوجود صحیح علم حاصل نہ کرسکا تو اس صورت میں وہ معذور ہے اور اسے اپنے سابقہ اعمال دوبارہ بجالانے کی ضرورت نہیں لیکن اس کے بعد جو اعمال انجام دے وہ صحیح علم کے ساتھ انجام دینے ہوں گے۔

☆ ☆ ☆

خلاصہ مطالب

☆ بنیادی طور پر ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں دین کا علم حاصل کرے۔

☆ دین کی تعلیم کا آغاز تقلید سے ہوگا۔

☆ آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث میں تفقہ پر تاکید کی گئی ہے۔ لہٰذا دین کی تعلیم کا تقلید سے آغاز کرنے کے بعد قرآن اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں میں تفقہ کی طرف سفر کرنا واجب ہے۔ اندھی تقلید سے شروع کرکے ساری زندگی اسی اندھی تقلید پر رہنا اور اسی پر مرجانا قرآن واہل بیت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

☆ آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات میں مجتہد محتاط اور مقلد والی تقسیم کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ ان کے ارشادات میں عالم، طالب علم اور جاہل کی بات نظر آتی ہے اور عالم یا طالب علم بننے اور دین میں تفقہ کرنے کا حکم نظر آتا ہے۔

☆ جو افراد کسی معذوری کی وجہ سے مستقل اور تفصیلی تفقہ نہ کرسکیں وہ کسی ایک شخص کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندھی تقلید کرنے کی بجائے قولِ احسن کی اتباع کریں گے۔

☆ اس بات پر سب مجتہدین کا اتفاق ہے کہ اصول دین میں تقلید جائز نہیں ہے۔اگر مکلّف اصول دین میں تقلید نہیں کرتا تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ مجتہد بن گیا ہے۔ پس جس طرح اصول دین کا علم اجتہاد اور تقلید کے بغیر حاصل کیا جاسکتا ہے، یہی راستہ فروع دین کا علم حاصل کرنے میں بھی اپنایا جاسکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ اس کے پاس دہرے معیار نہیں ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ قیامت کے دن وہ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، یہودی، مسیحی وغیرہ کو تو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کرکے ان سے سوال کرے کہ تم نے امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام شافعی، اپنے ربی اور اپنے پوپ کی اندھی تقلید کیوں کی تھی اور شیعہ اثناعشری کو اپنے مراجع کی اندھی تقلید کرنے پر شاباش دے اور جنت میں داخل کردے۔ جو لوگ بے گناہ افراد کو دہشت گردی اور خودکش حملوں میں قتل کررہے ہیں آخر وہ بھی تو کسی کی تقلید کرتے ہوئے ایسا کررہے ہیں۔کیا قیامت کے دن ان کا یہ عذر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول ہوگا کہ ہم نے اپنے علماء کے حکم اور فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے یہ قتل اور خونریزی کی تھی؟ ایک معین فقیہ کی اندھی تقلید شیعہ کے لئے جائز ہے تو سب کے لئے جائز ہے۔دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے تو شیعہ کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

☆ تقلید سے تفقہ تک کا راستہ موجودہ حالات میں کٹھن اور دشوار ضرور نظر آتا ہے، لیکن حوزہ ہائے علمیہ اور فقہائے عظام اگر اس کام کو کرنے کی ٹھان لیں تو سفر مختصر اور منزل نزدیک ہوسکتی ہے۔

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تقلید سے تفقہ : روڈ میپ (Road Map)

ہم اس رسالہ میں بار بار اس بات کی اہمیت کو اجاگر کرتے آئے ہیں کہ ہمیں تقلید کی سطح سے آگے تفقہ کی سطح پر جانے کی ضرورت ہے۔ تقلید سے تفقہ تک کے سفر کا روڈ میپ کچھ اس طرح سے بن سکتا ہے۔ یہ روڈ میپ کوئی حرف آخر نہیں ہے، صرف ایک تجویز ہے۔ یقیناً علماء و محققین کی آراء اور مشوروں سے اس کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

صفحہ 59 پر تقلید کی یہ تعریف نقل کی گئی ہے کہ کسی دوسرے کی بات کو دلیل کے بغیر قبول کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اس تعریف کی رو سے اگر کوئی مکلّف کسی مجتہد سے، خواہ وہ مجتہد اعلم ہی کیوں نہ ہو، صرف فتویٰ لینے کی بجائے فتویٰ کی دلیل طلب کرے، خواہ وہ دلیل کتنی ہی مختصر اور اجمالی ہی کیوں نہ ہو، یہ شخص تقلید سے نکل جائے گا۔ اس لئے کہ اس تعریف کے مطابق دلیل طلب کیئے بغیر کسی کی بات کو قبول کرنا تقلید ہے پس دلیل کے ساتھ کسی کی بات کو قبول کرنا تقلید نہیں رہے گا۔ یہ اس منزل کی طرف پہلا قدم ہوگا۔

اس کے لئے فقہائے کرام کو موجودہ طرز کی توضیح المسائل لکھنے کے علاوہ ایسا رسالہ عملیہ بھی لکھنا ہوگا جس میں مسائل کے ساتھ ساتھ ان کی دلیل کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔ اس کے لیئے تمام فروعات کے دلائل کو بیان کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر بنیادی تصورات اجمالی دلیل سے بھی واضح ہو جائیں تو بہت سی فروعات خود بخود سمجھ میں آ جاتی ہیں اور ان میں فتویٰ کی ضرورت نہیں رہتی۔ فقیہ قرآنی حضرت آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ علیہ کا رسالہ توضیح المسائل نوین اس سلسلے کی پہلی کڑی اور ایک نمونے کے طور پر ان کے سامنے موجود ہے۔

تعلیم قرآن کو عام کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کرنا ہوں گے اور لوگوں کو قرآن کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روشنی میں صحیح وغلط کی پہچان کی تربیت دینے کی مہم کا آغاز کرنا ہوگا۔اس لیئے کہ،جیسا کہ گذشتہ صفحات میں یہ احادیث بیان ہو چکی ہیں کہ جوحق کو قرآن کی روشنی میں نہیں پہچانے گا وہ فتنوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔جو آئمہ معصومین علیہم السلام کے امر کو قرآن کی روشنی میں نہیں پہچانے گا وہ فتنوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔اگر پوری امت قرآن سے بے تعلق رہے،اور قرآن کو صرف ثواب کے لئے پڑھے اور اس کی روشنی میں حق کو پہچاننے کا کام نہ کرے،تو پوری امت فتنوں میں مبتلا ہو جائے گی اور بدقسمتی سے ہو چکی ہے۔ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ بھی قرآن کے سوا کوئی نہیں ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَالْتُبِسَتُ عَلَيُكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيُلِ الْمُظُلِمِ فَعَلَيُكُمُ بِالْقُرُآنِ ...

جب فتنے تاریک راتوں کی مانند تم پر چھا جائیں،تو تم پر لازم ہے

کہ تم قرآن سے رہنمائی لو۔ (کافی 599:2)

امیر المومنین علیہ السلام نے واضح الفاظ میں قرآن کے بارے میں فرمایا:

لا تُكُشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بَهِ

تاریکیاں اس کے سوا کسی چیز سے نہیں چھٹ سکتی ہیں۔(نہج البلاغہ خطبہ 18)

اس وقت صالح علماء اور فقہاء کا فریضہ یہ ہے کہ امت کو ان فتنوں سے نکالنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں اور وسائل امت کو قرآن شناس بنانے پر صرف کر دیں۔

جب لوگوں میں قرآن کی روشنی میں حق کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے،اور مختلف مجتہدین کے رسالہ ہائے عملیہ میں فتاویٰ کے ساتھ دلیل بھی مذکور ہو تو ان کے لئے قول احسن کی تلاش کا کام آسان ہو جائے گا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ہم یہ ساری باتیں صرف شیعہ عوام اور شیعہ علماء کے لئے نہیں کہہ رہے،تمام فرقوں کے عوام اور علماء کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔

☆☆☆

والحمد لله رب العالمين

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com